بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

سیرت النبیؐ نمبر

وَلَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ

ہفت روزہ بدر قادیان

The Weekly BADR Qadian

جلد 64

ایڈیٹر منصور احمد

نائبین قریشی محمد فضل اللہ، تنویر احمد ناصر ایم اے

شمارہ 38

شرح چندہ سالانہ 550 روپے

بیرونی ممالک بذریعہ ہوائی ڈاک 50 پاؤنڈ یا 80 ڈالر امریکن 80 کینیڈین ڈالر یا 60 یورو

Postal Reg. No. L/P/GDP-1, DEC 2015 17 ستمبر 2015ء 17 تبوک 1394 ہش 3 ذوالحجہ 1436 ہجری

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا ۝

یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔
اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم بھی اُس پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝

بانی جماعت احمدیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’ایک رات اِس عاجز نے اِس کثرت سے دُرود شریف پڑھا کہ دِل وجان اس سے معطر ہوگیا۔ اسی رات خواب میں دیکھا کہ فرشتے آبِ زُلال کی شکل پر نُور کی مشکیں اس عاجز کے مکان میں لئے آتے ہیں۔ اور ایک نے اُن میں سے کہا کہ یہ وہی برکات ہیں جو تو نے محمد کی طرف بھیجی تھیں صلی اللہ علیہ وسلم‘‘

(براہین احمدیہ جلد چہارم صفحہ ۵۹۸ حاشیہ درحاشیہ نمبر ۳)

ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی
اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے

’’اے وہ تمام لوگو جو زمین پر رہتے ہو اور اے تمام وہ انسانی روحو جو مشرق اور مغرب میں آباد ہو میں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت کرتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے اور سچا خدا بھی وہی خدا ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، جس کی رُوحانی زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ ثبوت ملا ہے کہ اس کی پیروی اور محبت سے ہم رُوح القدس اور خدا کے مکالمہ اور آسمانی نشانوں کے انعام پاتے ہیں۔‘‘

(تریاق القلوب صفحہ 11 روحانی خزائن جلد 15)

❁❁❁

ہم بصیرت تام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء یقین کرتے ہیں

’’مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیّن نہیں مانتے، یہ ہم پر افتراء عظیم ہے ہم جس قوت یقین، معرفت اور بصیرت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں اُس کا لاکھواں حصہ بھی دوسرے لوگ نہیں مانتے......انہوں نے صرف باپ دادا سے ایک لفظ سُنا ہوا ہے۔ مگر اس کی حقیقت سے بے خبر ہیں اور نہیں جانتے کہ ختم نبوت کیا ہوتا ہے۔ اس پر ایمان لانے کا مفہوم کیا ہے؟ مگر ہم بصیرت تام سے (جس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء یقین کرتے ہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد نمبر 1 صفحہ 227-228)

❁❁❁

کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زِندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کیلئے زندہ ہے

’’نوع انسان کیلئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کیلئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ وجلال کے نبیؐ کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اِسی دُنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔ نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم رُتبہ کوئی اور کتاب ہے اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زِندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کیلئے زندہ ہے۔‘‘

(کشتی نوح صفحہ ۱۳)

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

”ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں“

مسلمانوں کی کتنی بڑی بدقسمتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس مسیح و مہدی کو اُن کی دُنیا و عاقبت سنوارنے کے لئے بھیجا، اس کا انہوں نے انکار کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب تم اس کو دیکھو، جب تم اس کا زمانہ پاؤ تو اس کی بیعت کر لینا خواہ تمہیں برف کے اوپر سے گھٹنوں کے بل گھسٹتے ہوئے اس تک پہنچنا پڑے۔ ایک دوسرے مقام پر آپؐ نے فرمایا کہ اُسے میرا اسلام پہنچانا۔ اس قدر تاکید و ہدایت کے بعد یہ سراسر ان کی بدقسمتی ہے کہ انہوں نے وقت کے امام کا انکار کر دیا جس کے ساتھ ان کی نجات وابستہ ہے۔

مسلمانوں نے نہ صرف وقت کے امام، مسیح و مہدی کا انکار کیا بلکہ آپؑ کو اور آپؑ کے ماننے والوں کو کافر قرار دیا۔ ہم پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے۔ حج نہیں کرتے۔ دل سے کلمہ نہیں پڑھتے بلکہ صرف زبان سے پڑھتے اور دکھاوا کرتے ہیں۔ نہ جانے اور کتنے ہی اس قسم کے الزام ہم پر لگائے جاتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ سوا سو سال سے ہم انہیں سمجھاتے چلے آ رہے ہیں کہ :

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں ★ دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیںؐ
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں ★ خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے ★ جان و دل اس راہ پر قربان ہے
دے چکے دل اب تنِ خاکی رہا ★ ہے یہی خواہش کہ ہو وہ بھی فدا

ہمارا کام سمجھانا ہے اور سمجھاتے چلے جانا ہے۔ دُعا کرنا ہے اور کرتے چلے جانا ہے۔ ہدایت دینا اللہ کا کام ہے۔ ہم بڑی حسرت کے ساتھ وہی کہتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تھا : اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ کہ اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے کہ وہ نہیں جانتے کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ آج رُوئے زمین پر اسلام کا حقیقی چہرہ صرف اور صرف جماعت احمدیہ ہے جو قرآن و سنّت کی تعلیم پر کاربند ہے۔ ہر قسم کے شرک اور بدعت اور غیر اسلامی رسم و رواج سے دُور ہے۔ آج جبکہ مسلمانوں کے ایک طبقہ نے اپنی انتہائی ظالمانہ اور سفاکانہ کارروائیوں سے اسلام کو بدنام کر دیا ہے، جماعت احمدیہ دُنیا کو اسلام کا صحیح چہرہ دکھلانے میں اپنی پوری کوشش اور طاقت کے ساتھ مصروف عمل ہے۔ ہاں وہی اسلام جسے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لیکر آئے تھے۔ جماعت احمدیہ کی انہی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ آج دُنیا ماننے لگی ہے کہ صحیح اسلامی تعلیم جماعت احمدیہ بیان کرتی ہے، جماعتِ احمدیہ کے ذریعہ ہی ہمیں اسلام کی امن بخش تعلیم کا پتہ لگا ہے۔ سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے حالیہ دورہ جرمنی مئی جون 2015 کے موقع پر بعض احباب کے تاثرات پیش ہیں۔ جب انہوں نے حضور کے لیکچر سُنے اور جلسہ دیکھا تو دل سے قائل ہو گئے کہ جماعت احمدیہ ہی دراصل حقیقی اسلام کا دوسرا نام ہے۔

● RAU MULLER صاحبہ ممبر نیشنل پارلیمنٹ جرمنی بیان کرتی ہیں : جماعت احمدیہ ایک منظم جماعت ہے اور اسلام کی تعلیم کو خوبصورت انداز میں پیش کرتی ہے۔ آج صوبہ ہیسن میں مسلمان تنظیموں میں سے احمدیوں کو ہی یہ حق حاصل ہے کہ وہ سکولوں میں اسلام کی تعلیم دے سکیں۔

● ایک مہمان خاتون SCHNDLER صاحبہ بیان کرتی ہیں : خلیفۃ المسیح کے خطاب کا ہر لفظ حقیقت پر مبنی تھا۔ خلیفہ نے آج اپنے خطاب میں ہمیں اسلام کی خوبصورت تعلیم بتائی۔ ایسی تعلیم تو مجھے چرچ میں بھی کبھی نہیں ملی۔

● جرمنی کے سابق ممبر آف پارلیمنٹ BERND REUTER صاحب بیان کرتے ہیں : میرے لئے پہلے مشکل تھا کہ اسلام کے بارہ میں کوئی اچھی رائے بناؤں۔ مگر آج خلیفۃ المسیح نے جو اسلام پیش کیا ہے اس اسلام کو دیکھ کر مجھے لگتا ہے کہ اسلام امن اور رحم کی تعلیم دینے والا مذہب ہے۔

● ایک پروٹسٹنٹ مہمان رونالڈ صاحب کہتے ہیں : میرے لئے یہ آج کا پروگرام نہایت ہی حیران کن تھا کیونکہ میرا اسلام کے بارہ میں تصور بالکل ہی مختلف تھا جو کہ یقیناً میڈیا کا قصور ہے۔ لیکن آج مجھے خلیفۃ المسیح کے خطاب سے معلوم ہوا ہے کہ جو اسلام آپ کی جماعت پیش کرتی ہے وہ بہت اعلیٰ قسم کا ہے۔

● مراکش کے مصطفی جناح صاحب کہتے ہیں : یہاں آ کر ایسا روحانی نظارہ دیکھا ہے جس نے میری روح کی گہرائی تک اثر کیا ہے۔ اسلام کی صحیح تصویر مجھے یہاں نظر آئی ہے۔

● عریبا ابراہیم صاحب جنہوں نے عرب احباب کے ساتھ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی کہتے ہیں : میں نے احمدیوں میں اس حقیقی اسلام کی تصویر دیکھی جو نبی کریم ﷺ لے کر آئے تھے۔

● میں نے بہت سی اسلامی جماعتیں دیکھی ہیں لیکن کسی جماعت میں یہ نمونہ نہیں پایا کہ وہ ایک ہاتھ پر اس طرح متحد ہوں جس طرح جماعت احمدیہ کے افراد ہیں۔

(بیعت کرنے والوں میں سے سپین کے ایک دوست محمد العربی کے تاثرات)

● میسیڈونیا سے آنے والے مہمان کیرودی متروسکی صاحب کہتے ہیں : مجھے سب سے زیادہ متاثر اسلام کے پیغام نے کیا ہے جو مجھے یہاں سے ملا۔ آپ محبت دکھاتے ہیں، امن کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ان سب باتوں نے ہمارے دل پر گہرا اثر کیا ہے۔

● بوسنیا کے ایک مہمان محمد علی صاحب کہتے ہیں : یہاں کے ماحول میں جو دن گزارے وہ الفاظ میں بیان نہیں کئے جاسکتے۔ حضور سے ملاقات میری زندگی کا ایک خاص واقعہ ہے۔ اس جماعت کی تعلیم ہی حقیقی اسلام ہے اور ہر ایک اس پر عمل پیرا ہے۔

● مونٹینیگرو کے ایک مہمان راغب شپتانی صاحب کہتے ہیں : لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ احمدی آنحضرت ﷺ سے الگ ہیں، لیکن حضور کا خطبہ سننے سے میرے دل میں آنحضرت ﷺ کی محبت گھر کر گئی۔

● مونٹینیگرو کے ہی ایک مہمان علی کوواچی صاحب کہتے ہیں : دنیا میں اس وقت صرف جھگڑا اور اختلافات ہیں لیکن جس طرح کا اتفاق آپ لوگوں میں موجود ہے وہ دنیا میں کہیں اور نظر نہیں آتا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ لوگ یہاں آئیں اور اسلام کا حقیقی چہرہ دیکھیں اور نئی روحانی دنیا دیکھیں۔

جلسہ سالانہ برطانیہ (منعقدہ 21، 22، 23 /اگست) کے انتہائی رُوحانی نظارہ کو دیکھ کر کونگو کنشاسا سے آئے ہوئے ایک جج نے کہا :

● ”دراصل حقیقی اسلام یہی ہے جو جماعت احمدیہ پیش کر رہی ہے۔ اسلام کے اسی پیغام کی آج دُنیا کو ضرورت ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ دنیا کا مستقبل اسی پیغام سے وابستہ ہے۔ اسی اسلام کی ہمیں ضرورت ہے ہمیں دہشت گردوں کا اسلام نہیں چاہئے۔“

ایسے سینکڑوں تاثرات ہیں۔ پوری دنیا میں جماعت کے حق میں اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان تائید و نصرت کی ہوا چل رہی ہے۔ سعید فطرت اکنافِ عالم سے جماعت احمدیہ کی طرف کھچے چلے آ رہے ہیں۔ اسلام احمدیت کے حق میں عظیم الشان انقلاب کے آثار نمایاں ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر پورے یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ احمدیت دراصل وہی حقیقی اسلام ہے جو ہمارے پیارے آقا و مولیٰ سیّدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لیکر آئے تھے۔

(منصور احمد مسرور)

فہرست مضامین

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مقام و مرتبہ قرآن کریم کی رُو سے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی متابعت میں نبی آ سکتا ہے

وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓـئِكَ مَعَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيۡقِيۡنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيۡنَ‌ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓـئِكَ رَفِيۡقًا ؕ﴿۷۰﴾

(النساء : 70)

ترجمہ :: اور جو بھی اللہ کی اور اِس رسول کی اطاعت کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو اُن لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے (یعنی) نبیوں میں سے، صدیقوں میں سے، شہیدوں میں سے اور صالحین میں سے۔ اور یہ بہت ہی اچھے ساتھی ہیں۔

تفسیر :: اس آیت میں بہت سے قابل توجہ اُمور ہیں۔ پہلا یہ کہ اَلرَّسُوۡل سے مُراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ دُوسرا یہ کہ اگر تُم اِس رسول کی اطاعت کرو گے تو اُن لوگوں میں سے ہو جاؤ گے جن میں نبی بھی شامل ہیں اور صدّیق بھی اور شہید بھی اور صالح بھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں نبی بھی آ سکتا ہے۔ یعنی وہ جو اس رسول کی اطاعت کرنے والا ہو۔ اس جگہ مَعَ کے معنی بعض علماء کی طرف سے اصرار کے ساتھ یہ کئے جاتے ہیں کہ وہ اُن کے ساتھ ہوں گے اور اُن میں سے نہیں ہوں گے۔ اس کی تائید میں وہ کہتے ہیں کہ حَسُنَ اُولٰٓـئِكَ رَفِيۡقًا فرمایا ہے کہ وہ بہترین ساتھی ہوں گے یعنی وہ نبیوں کے ساتھ ہوں گے خود نبی نہ ہوں گے۔ اس آیت کا یہ ترجمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید گستاخی ہے۔ کیونکہ اس صورت میں اس آیت کا مطلب یوں بنے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والے نبیوں کے ساتھ ہوں گے مگر خود نبی نہ ہوں گے۔ وہ صدیقوں کے ساتھ ہونگے مگر خود صدیق نہ ہونگے۔ وہ شہیدوں کے ساتھ ہونگے مگر خود شہید نہ ہونگے۔ وہ صالحین کے ساتھ ہونگے مگر خود صالح نہ ہونگے۔ قرآن مجید کی کئی آیات میں مَعَ کا لفظ مِنۡ کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

علاوہ ازیں یہاں مَعَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ کے بعد مِّنَ النَّبِيّٖنَ فرمایا گیا ہے۔ یہ مِنۡ بیانیہ کہلاتا ہے، مُراد ہے اُن کے ساتھ یعنی اُن میں سے۔

فرشتوں کی مدد

وَمَا رَمَيۡتَ اِذۡ رَمَيۡتَ وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى‌ ۚ وَلِيُبۡلِىَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ مِنۡهُ بَلَاۤءً حَسَنًا ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ﴿۱۸﴾ (الانفال : 18)

ترجمہ :: اور (اے محمد!) جب تُو نے (اُن کی طرف کنکر) پھینکے تو تُو نے نہیں پھینکے بلکہ اللہ ہے جس نے پھینکے اور یہ اس لئے ہوا کہ وہ اپنی طرف سے مومنوں کو ایک اچھی آزمائش میں مبتلا کرے۔ یقیناً اللہ بہت سُننے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔

تفسیر :: اس آیت میں جنگِ بدر کی عظیم الشان فتح کا ذکر ہے جب وہ کفار کو قتل کر رہے تھے تو دراصل اللہ کے تصرف سے ایسا کر رہے تھے اور اس کی ایک بڑی ظاہری وجہ یہ بنی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکر اُٹھا کر اُن کی طرف پھینکے تو اس کی تائید میں ایک بہت سخت آندھی مسلمانوں کے لشکر سے کفار کی طرف چل پڑی اور اسی میں اللہ تعالیٰ کے اُنہیں قتل کرنے کا راز مضمر ہے کہ دشمن کی آنکھیں آندھی سے قریباً اندھوں کی طرح ہو گئیں اور ان کو قتل کرنا مسلمانوں کی فوج کے لئے بہت آسان ہو گیا۔ فرشتوں کی مدد سے بھی یہی مُراد ہے۔

اللہ تعالیٰ آپؐ پر رحمت کے ساتھ جھک گیا

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۙ﴿۹﴾ فَكَانَ قَابَ قَوۡسَيۡنِ اَوۡ اَدۡنٰى‌ ۚ﴿۱۰﴾ (النجم : 9، 10)

ترجمہ :: اور وہ (یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بندوں کے اس اضطراب کو دیکھ کر اور اُن پر رحم کر کے خدا سے ملنے کے لئے) اُس کے قریب ہوئے اور وہ (خدا) بھی (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے شوق میں) اُوپر سے نیچے آ گیا۔ اور وہ دونوں دو کمانوں کے متحدہ وتر کی شکل میں تبدیل ہو گئے اور ہوتے ہوتے اس سے بھی زیادہ قرب کی صورت اختیار کر لی۔

تفسیر :: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ربّ کے قریب ہوئے اور اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت کے ساتھ جھک گیا۔ اور وہ دو کمانوں کے ایک وِتر کی طرح ہو گیا۔ اس واقعہ میں کسی ظاہری آسمان کا ذکر نہیں بلکہ قلبِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر گزرنے والے ایک غیر معمولی ماجرا کا ذکر ہے۔ ایک ایسا کشف جس کی کوئی نظیر کسی دوسرے نبی کی زندگی میں نہیں ملتی۔ آپؐ کا دل اللہ کی محبت میں اُفق کی طرف بلند ہوا اور اللہ اپنے بندے کی محبت میں اُس کے دل پر اُتر آیا۔ اور قاب قوسین سے مُراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہ وِتر بن گئے جو اللہ تعالیٰ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوسوں کے درمیان ایک ہی وِتر تھا۔ گویا اللہ تعالیٰ کی قوس سے چلنے والا تیر وہی تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوس سے چلتا۔ یہ تفسیر قرآن کریم کی آیت وَمَا رَمَيۡتَ اِذۡ رَمَيۡتَ وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى کے عین مطابق ہے۔ اس لئے اِسے ہرگز تفسیر بالرّائے نہیں کہا جا سکتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی فضیلت دیگر تمام انبیاء پر

قَدۡ اَنۡزَلَ اللّٰهُ اِلَيۡكُمۡ ذِكۡرًا ۙ﴿۱۱﴾ رَّسُوۡلًا يَّتۡلُوۡا عَلَيۡكُمۡ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخۡرِجَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ‌ ؕ

(الطّلاق : 11، 12)

ترجمہ :: اللہ نے تمہاری طرف ایک عظیم ذکر نازل کیا ہے۔ ایک رسول کے طور پر جو تم پر اللہ کی روشن کر دینے والی آیات تلاوت کرتا ہے تا کہ اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل بجا لائے اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالے۔

تفسیر :: اِن آیات سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ نُزول سے مُراد یہ نہیں کہ کوئی انسان جسم عنصری کے ساتھ آسمان سے اُترتا ہے۔ نُزول کا مطلب خدا تعالیٰ کی طرف سے بہترین نعمت کا عطا ہونا ہے۔ اس پہلو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مجسم ذکر رسول بیان فرما کر آپؐ کی فضیلت دیگر تمام انبیاء پر ثابت فرما دی گئی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا یہ رسول تو سراپا ذکر ہے۔ اور ذکر ہی کے نتیجہ میں نُور عطا ہوتا ہے۔ اور ذکرِ الٰہی کے نتیجہ میں ہی اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو یہ عظیم فضیلت عطا فرمائی کہ آپؐ سراپا نُور ہو گئے۔ اور اپنے سچے غلاموں کو بھی ہر اندھیرے سے نُور کی طرف نکالا۔

(ترجمہ اور تفسیر قرآن کریم اُردو ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ سے لیا گیا ہے)

★★★

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حُلیہ مبارک اور آپؐ کے اخلاق وعادات

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ سَأَلْتُ خَالِيْ هِنْدَ بْنَ اَبِيْ هَالَةَ وَكَانَ وَصَّافًا عَنْ حِلْيَةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَشْتَهِيْ اَنْ يَّصِفَ لِيْ شَيْئًا اَتَعَلَّقُ بِهٖ فَقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخْمًا مُفَخَّمًا يَتَلَأْ لَأُ وَجْهُهٗ تَلَأْلُؤَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ اَطْوَلَ مِنَ الْمَرْبُوْعِ وَاَقْصَرَ مِنَ الْمُشَذَّبِ عَظِيْمَ الْهَامَّةِ رَجَلَ الشَّعْرِ اِنِ انْفَرَقَتْ عَقِيْقَتُهٗ فَرِقَ وَاِلَّا فَلَا يُجَاوِزُ شَعْرُهٗ شَحْمَةَ اُذُنَيْهِ اِذَا هُوَ وَفَّرَهٗ اَزْهَرَ اللَّوْنِ وَاسِعَ الْجَبِيْنِ اَزَجَّ الْحَوَاجِبِ سَوَابِغَ مِنْ غَيْرِ قَرَنٍ بَيْنَهُمَا عِرْقٌ يُدِرُّهُ الْغَضَبُ اَقْنَى الْعِرْنَيْنِ لَهٗ نُوْرٌ يَعْلُوْهُ يَحْسَبُهٗ مَنْ لَمْ يَتَاَمَّلْهُ اَشَمَّ كَثَّ اللِّحْيَةِ سَهْلَ الْخَدَّيْنِ ضَلِيْعَ الْفَمِ مُفْلَجَ الْاَسْنَانِ دَقِيْقَ الْمَسْرُبَةِ كَاَنَّ عُنُقَهٗ جِيْدُ دُمْيَةٍ فِيْ صَفَاءِ الْفِضَّةِ مُعْتَدِلَ الْخَلْقِ بَادِنٌ مُتَمَاسِكٌ سَوَاءَ الْبَطْنِ وَالصَّدْرِ عَرِيْضَ الصَّدْرِ بَعِيْدَ مَا بَيْنَ مَنْكِبَيْنِ ضَخْمَ الْكَرَادِيْسِ اَنْوَرَ الْمُتَجَرِّدِ مَوْصُوْلَ مَا بَيْنَ اللَّبَّةِ وَالسُّرَّةِ بِشَعْرٍ يَجْرِيْ كَالْخَطِّ عَارِيَ الثَّدْيَيْنِ وَالْبَطْنِ مِمَّا سِوٰى ذٰلِكَ اَشْعَرَ الذِّرَاعَيْنِ وَالْمَنْكِبَيْنِ وَاَعَالِيَ الصَّدْرِ طَوِيْلَ الزَّنْدَيْنِ رَحْبَ الرَّاحَةِ شَثْنَ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ سَائِلَ الْاَطْرَافِ اَوْ قَالَ شَائِلَ الْاَطْرَافِ خَمْصَانَ الْاَخْمَصَيْنِ مَسِيْحَ الْقَدَمَيْنِ يَنْبُوْ عَنْهُمَا الْمَاءُ اِذَا زَالَ زَالَ قَلْعًا يَخْطُوْ تَكَفِّيًا وَيَمْشِيْ هَوْنًا ذَرِيْعَ الْمِشْيَةِ اِذَا مَشٰى كَاَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ وَاِذَا الْتَفَتَ اِلْتَفَتَ جَمِيْعًا خَافِضَ الطَّرْفِ نَظْرُهٗ اِلَى الْاَرْضِ اَكْثَرُ مِنْ نَظْرِهٖ اِلَى السَّمَاءِ جُلُّ نَظْرِهِ الْمُلَاحَظَةُ يَسُوْقُ اَصْحَابَهٗ يَبْدَءُ مَنْ لَقِيَ بِالسَّلَامِ۔

(شمائل ترمذی باب فی خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ پوچھا۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ بیان کرنے میں بڑے ماہر تھے اور مَیں چاہتا تھا کہ یہ میرے پاس ایسی باتیں بیان کریں جنہیں میں گِرہ میں باندھ لوں۔ چنانچہ ہند نے بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بارُعب اور وجیہہ شکل وصورت کے تھے۔ چہرہ مبارک یوں چمکتا تھا گویا چودھویں کا چاند۔ میانہ قد یعنی پستہ قامت سے دراز اور طویل القامت سے کسی قدر چھوٹا۔ سر بڑا۔ بال خم دار اور گھنے، جو کانوں کی لَو تک پہنچتے تھے۔ مانگ نمایاں۔ رنگ کِھلتا ہوا سفید۔ پیشانی کشادہ۔ اَبرو لمبے باریک اور بھرے ہوئے جو باہم ملے ہوئے نہیں تھے بلکہ درمیان میں سفید سی جگہ نظر آتی تھی جو غصّہ کے وقت نمایاں ہو جاتی تھی۔ ناک باریک جس پر نُور جھلکتا تھا جو سرسری دیکھنے والے کو اُٹھی ہوئی نظر آتی تھی۔ ریش مبارک گھنی۔ رخسار نرم اور ہموار۔ دہن کشادہ۔ دانت ریخدار اور چمکیلے۔ آنکھوں کے کوئے باریک۔ گردن صُراحی دار چاندی کی طرح شفاف جس پر سرخی جھلکتی تھی۔ معتدل الخلق۔ بدن کچھ فربہ لیکن بہت موزوں۔ شکم و سینہ ہموار۔ صدر چوڑا اور فراخ۔ جوڑ مضبوط اور بھرے ہوئے۔ جلد چمکتی ہوئی نازک اور ملائم۔ چھاتی اور پیٹ بالوں سے بالکل صاف سوائے ایک باریک سی دھاری کے جو سینے سے ناف تک چلی گئی تھی۔ کہنیوں تک دونوں ہاتھوں اور کندھوں پر کچھ کچھ بال۔ پہنچے لمبے۔ ہتھیلیاں چوڑی اور گوشت سے بھری ہوئی۔ انگلیاں لمبی اور سڈول۔ پاؤں کے تلوے قدرے بھرے ہوئے۔ قدم نرم اور چکنے کہ پانی بھی ان پر سے پھسل جائے۔ جب قدم اٹھاتے تو پوری طرح اُٹھاتے۔ رفتار باوقار لیکن کسی قدر تیز جیسے بلندی سے اُتر رہے ہوں۔ جب کسی کی طرف رُخ پھیرتے تو پورا رُخ پھیرتے۔ نظر ہمیشہ نیچی رہتی۔ یوں لگتا جیسے فضا کی نسبت زمین پر آپؐ کی نظر زیادہ پڑتی ہے۔ آپؐ اکثر نیم وا آنکھوں سے دیکھتے۔ اپنے صحابہؓ کے پیچھے پیچھے چلتے اور ان کا خیال رکھتے۔ ہر ملنے والے کو سلام میں پہل فرماتے۔

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ سَأَلْتُ خَالِيْ هِنْدَ بْنَ اَبِيْ هَالَةَ وَكَانَ وَصَّافًا قُلْتُ صِفْ لِيْ مَنْطِقَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَاصِلَ الْاَحْزَانِ دَائِمَ الْفِكْرَةِ لَيْسَتْ لَهٗ رَاحَةٌ طَوِيْلَ السَّكْتِ لَا يَتَكَلَّمُ فِيْ غَيْرِ حَاجَةٍ يَفْتَتِحُ الْكَلَامَ وَيَخْتِمُهٗ بِاَشْدَاقِهٖ وَيَتَكَلَّمُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ كَلَامُهٗ فَصْلٌ لَا فُضُوْلَ وَلَا تَقْصِيْرَ لَيْسَ بِالْجَافِيْ وَلَا الْمُهِيْنِ يُعَظِّمُ النِّعْمَةَ وَاِنْ دَقَّتْ لَا يَذُمُّ مِنْهَا شَيْئًا غَيْرَ اِنَّهٗ لَمْ يَكُنْ يَذُمُّ ذَوَّاقًا وَلَا يَمْدَحُهٗ وَلَا تُغْضِبُهُ الدُّنْيَا وَلَا مَا كَانَ لَهَا فَاِذَا تُعُدِّيَ الْحَقُّ لَمْ يَقُمْ لِغَضَبِهٖ شَيْءٌ حَتّٰى يَنْتَصِرَ لَهٗ لَا يَغْضَبُ لِنَفْسِهٖ وَلَا يَنْتَصِرُ لَهَا اِذَا اَشَارَ اَشَارَ بِكَفِّهٖ كُلِّهَا وَاِذَا تَعَجَّبَ قَلَّبَهَا وَاِذَا تَحَدَّثَ اِتَّصَلَ بِهَا وَضَرَبَ بِرَاحَةِ الْيُمْنٰى بَطْنَ اِبْهَامِهِ الْيُسْرٰى وَاِذَا غَضِبَ اَعْرَضَ وَاَشَاحَ وَاِذَا فَرِحَ غَضَّ طَرْفَهٗ جُلُّ ضِحْكِهِ التَّبَسُّمُ يَفْتَرُّ عَنْ مِّثْلِ حَبِّ الْغَمَامِ۔

(شمائل ترمذی باب کیف کان کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی کا بیان ہے کہ مَیں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کے انداز کے بارہ میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ یوں لگتے جیسے کسی مسلسل اور گہری سوچ میں ہیں اور کسی خیال کی وجہ سے کچھ بے آرامی سی ہے۔ آپؐ اکثر چپ رہتے۔ بلا ضرورت بات نہ کرتے۔ جب بات کرتے تو پوری وضاحت سے کرتے۔ آپ کی گفتگو مختصر لیکن فصیح وبلیغ پُرحکمت اور جامع مضامین پر مشتمل اور زائد باتوں سے خالی ہوتی۔ لیکن اس میں کوئی کمی یا اِبہام نہیں ہوتا تھا۔ نہ کسی کی مذمّت وتحقیر کرتے نہ توہین وتنقیص۔ چھوٹی سے چھوٹی نعمت کو بھی بڑا ظاہر فرماتے۔ شکرگزاری کا رنگ نمایاں تھا۔ کسی چیز کی مذمّت نہ کرتے۔ نہ اتنی تعریف جیسے وہ آپؐ کو بے حد پسند ہو۔ مزیدار یا بدمزہ ہونے کے لحاظ سے کھانے پینے کی چیزوں کی تعریف یا مذمّت میں زمین وآسمان کے قلابے ملانا آپ کی عادت نہ تھی۔ ہمیشہ میانہ روی شعار تھا۔ کسی دُنیوی معاملے کی وجہ سے نہ غصّے ہوتے نہ بُرا مناتے۔ لیکن اگر حق کی بے حرمتی ہوتی یا حق غصب کرلیا جاتا تو پھر آپ کے غصّے کے سامنے کوئی نہیں ٹھہر سکتا تھا۔ جب تک اس کی تلافی نہ ہو جاتی آپؐ کو چین نہیں آتا تھا۔ اپنی ذات کیلئے کبھی غصّے نہ ہوتے اور نہ اس کے لئے بدلہ لیتے۔ جب اشارہ کرتے تو پورے ہاتھ سے کرتے صرف انگلی نہ ہلاتے۔ جب آپ تعجّب کا اظہار کرتے تو ہاتھ کو اُلٹا دیتے۔ جب کسی بات پر خاص طور پر زور دینا ہوتا تو ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے اس طرح ملاتے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کو مارتے۔ جب کسی ناپسندیدہ بات کو دیکھتے تو منہ پھیر لیتے۔ اور جب خوش ہوتے تو آنکھ کسی قدر بند کر لیتے۔ آپؐ کی زیادہ سے زیادہ ہنسی کِھلے تبسّم کی حد تک ہوتی یعنی زور کا قہقہہ نہ لگاتے۔ ہنسی کے وقت آپؐ کے دندان مبارک ایسے نظر آتے تھے جیسے بادل سے گرنے والے سفید سفید اولے ہوتے ہیں۔ (حدیقۃ الصالحین صفحہ 44 تا 46)

★★★

سیّدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ارشادات

ہم جو کچھ کر رہے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزّت کیلئے کر رہے ہیں ہم تو اسلام کے مزدور ہیں

’’ہم جو کچھ کر رہے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزّت کے لئے کر رہے ہیں۔ ہم تو اسلام کے مزدور ہیں۔ میرا نام جو غلام احمد رکھا میرے والدین کو کیا خبر تھی کہ اس میں کیا راز ہے۔ اور یہ جو خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ مسیح ابن مریم سے بڑھ کر ہے اس میں یہی سِرّ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ بزرگی دکھا دی جاوے۔ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مسیح تھا اور یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسیح۔ وہ بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے اور ایک محدود وقت کے لئے اور یہ مسیح کل دُنیا کے لئے اور ہمیشہ کے لئے کیونکہ یہ مسیح اُس عظیم الشان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے جو اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا کا مصداق ہے۔‘‘

(الحکم 30/اپریل 1902ء صفحہ 8)

حضرت سیدنا ومولانا محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیّن وخیر المرسلین ہیں

’’ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لُبّ لُباب یہ ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ ہمارا اعتقاد جو ہم اس دنیوی زندگی میں رکھتے ہیں جس کے ساتھ ہم بفضل وتوفیق باری تعالیٰ اس عالم گزران سے کوچ کریں گے یہ ہے کہ حضرت سیدنا ومولانا محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیّن وخیر المرسلین ہیں۔‘‘

(ازالہ اوہام حصہ اول صفحہ ۱۳۷۔ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۶۸)

ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم جلال اور جمال دونوں کے جامع تھے

’’ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم جلال اور جمال دونوں کے جامع تھے۔ مکّہ کی زندگی جمالی رنگ میں تھی اور مدینہ کی زندگی جلالی رنگ میں۔ اور پھر یہ دونوں صفتیں امت کے لئے اس طرح پر تقسیم کی گئیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو جلالی رنگ کی زندگی عطا ہوئی اور جمالی رنگ کی زندگی کے لئے مسیح موعود کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مظہر ٹھیرایا۔‘‘

(روحانی خزائن جلد 17 اربعین نمبر 4 صفحہ 13)

اعلیٰ درجہ کی پاک اور پُرحکمت تعلیم دینے والا

’’مجھے بتلایا گیا ہے کہ تمام دینوں میں سے دین اسلام ہی سچا ہے مجھے فرمایا گیا ہے کہ تمام ہدایتوں میں سے صرف قرآنی ہدایت ہی صحت کے کامل درجہ پر اور انسانی ملاوٹوں سے پاک ہے مجھے سمجھایا گیا ہے کہ تمام رسولوں میں سے کامل تعلیم دینے والا اور اعلیٰ درجہ کی پاک اور پُرحکمت تعلیم دینے والا اور انسانی کمالات کا اپنی زندگی کے ذریعہ سے اعلیٰ نمونہ دکھلانے والا صرف حضرت سیدنا ومولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔‘‘

(اربعین حصہ اوّل صفحہ 7-8)

صادقوں کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا زمانہ نہایت صحیح پیمانہ ہے

’’مَیں بار بار کہتا ہوں کہ صادقوں کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا زمانہ نہایت صحیح پیمانہ ہے اور ہرگز ممکن نہیں کہ کوئی شخص جھوٹا ہو کر اور خدا پر افترا کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ نبوت کے موافق یعنی تیئیس برس تک مہلت پا سکے ضرور ہلاک ہوگا۔‘‘

(اربعین حصہ چہارم صفحہ 5)

میرا یہ ذاتی تجربہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچے دل سے پیروی کرنا اور آپ سے محبت رکھنا انجام کار انسان کو خدا کا پیارا بنا دیتا ہے

’’اللہ تعالیٰ نے اپنا کسی کے ساتھ پیار کرنا اِس بات سے مشروط کیا ہے کہ ایسا شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے۔ چنانچہ میرا یہ ذاتی تجربہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچے دل سے پیروی کرنا اور آپ سے محبت رکھنا انجام کار انسان کو خدا کا پیارا بنا دیتا ہے۔ اِس طرح پر کہ خود اُس کے دل میں محبتِ الٰہی کی ایک سوزش پیدا کر دیتا ہے۔ تب ایسا شخص ہر ایک چیز سے دل برداشتہ ہو کر خدا کی طرف جُھک جاتا ہے اور اُس کا اُنس وشوق صرف خدا تعالیٰ سے باقی رہ جاتا ہے تب محبتِ الٰہی کی ایک خاص تجلّی اُس پر پڑتی ہے اور اُس کو ایک پورا رنگ عشق اور محبت کا دے کر قوی جذبہ کے ساتھ اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ تب جذباتِ نفسانیہ پر وہ غالب آجاتا ہے اور اُس کی تائید اور نصرت میں ہر ایک پہلو سے خدا تعالیٰ کے خارق عادت افعال نشانوں کے رنگ میں ظاہر ہوتے ہیں۔‘‘

(حقیقۃ الوحی صفحہ 66)

حقیقی طور پر کوئی نبی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالاتِ قدسیہ سے شریک ومساوی نہیں ہوسکتا

’’بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ حقیقی طور پر کوئی نبی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالاتِ قدسیہ سے شریک ومساوی نہیں ہوسکتا بلکہ تمام ملائکہ کو بھی اس جگہ برابری کا دم مارنے کی جگہ نہیں چہ جائیکہ کسی اور کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات سے کچھ نسبت ہو۔‘‘

(براہین احمدیہ صفحہ ۲۵۸)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فعل اور کوئی قول وحی کی آمیزش سے خالی نہیں

’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت صحابہ کا بلاشبہ یہ اعتقاد تھا کہ آنجناب کا کوئی فعل اور کوئی قول وحی کی آمیزش سے خالی نہیں گو وہ وحی مجمل ہو یا مفصل۔ خفی ہو یا جلی۔ بیّن ہو یا مُشتبہ یہاں تک کہ جو کچھ آنحضرت صلعم کے خاص معاملات ومکالمات خلوت اور سرّ میں

بیویوں سے تھے یا جس قدر اکل اور شرب اور لباس کے متعلق اور معاشرت کی ضروریات میں روزمرہ کے خانگی امور تھے سب اسی خیال سے احادیث میں داخل کئے گئے کہ وہ تمام کام اور کلام روح القدس کی روشنی سے ہیں۔''

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ 113-112)

ہم بصیرت تام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء یقین کرتے ہیں

''مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیّین نہیں مانتے، یہ ہم پر افتراءِ عظیم ہے ہم جس قوت یقین، معرفت اور بصیرت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں اُس کا لاکھواں حصہ بھی دوسرے لوگ نہیں مانتے......انہوں نے صرف باپ دادا سے ایک لفظ سُنا ہوا ہے۔ مگر اس کی حقیقت سے بے خبر ہیں اور نہیں جانتے کہ ختم نبوت کیا ہوتا ہے۔ اس پر ایمان لانے کا مفہوم کیا ہے؟ مگر ہم بصیرت تام سے (جس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء یقین کرتے ہیں۔''

(ملفوظات جلد نمبر 1 صفحہ 227-228)

کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زِندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کیلئے زندہ ہے

''نوع انسان کیلئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کیلئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ ﷺ۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبیؐ کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اِسی دُنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔ نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد ﷺ اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم رُتبہ کوئی اور کتاب ہے اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زِندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کیلئے زندہ ہے۔''

(کشتی نوح صفحہ ۱۳)

خدا تعالیٰ کی راہیں نہایت دقیق ہیں وہ بجز وسیلہ نبی کریمؐ کے مل نہیں سکتیں

''ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ درود شریف کے پڑھنے میں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درُود بھیجنے میں ایک زمانہ تک مجھے بہت استغراق رہا کیونکہ میرا یقین تھا کہ خدا تعالیٰ کی راہیں نہایت دقیق راہیں ہیں۔ وہ بجز وسیلہ نبی کریمؐ کے مل نہیں سکتیں جیسا کہ خدا بھی فرماتا ہے وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ تب ایک مدّت کے بعد کشفی حالت میں میں نے دیکھا کہ دو سقے یعنی ماشکی آئے اور ایک اندرونی راستے سے اور ایک بیرونی راہ سے میرے گھر میں داخل ہوئے ہیں اور اُن کے کاندھوں پر نور کی مشکیں ہیں اور کہتے ہیں هٰذَا بِمَا صَلَّيْتَ عَلٰى مُحَمَّدٍ۔''

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۲۸)

نبی کریمؐ کی فضیلت کُل انبیاء پر میرے ایمان کا جزوِ اعظم ہے

''میرا مذہب یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو الگ کیا جاتا اور کُل نبی جو اس وقت تک گزر چکے تھے، سب کے سب اکٹھے ہو کر وہ کام اور وہ اصلاح کرنا چاہتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی، ہرگز نہ کر سکتے۔ اُن میں وہ دل اور وہ قوت نہ تھی جو ہمارے نبیؐ کو ملی تھی...... نبی کریمؐ کی فضیلت کُل انبیاء پر میرے ایمان کا جزوِ اعظم ہے اور میرے رگ و ریشہ میں ملی ہوئی بات ہے۔ یہ میرے اختیار میں نہیں کہ اس کو نکال دوں۔ بدنصیب اور آنکھ نہ رکھنے والا مخالف جو چاہے سو کہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کام کیا ہے جو نہ الگ الگ اور نہ مل مل کر کسی سے ہو سکتا تھا اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔''

(ملفوظات جلد اول، صفحہ 420، مطبوعہ ربوہ)

یاد رہے کہ درحقیقت وہ زندہ ہے اور آسمان پر سب سے اُس کا مقام برتر ہے

''یہ عجیب بات ہے کہ دنیا ختم ہونے کو ہے مگر اس کامل نبی کے فیضان کی شعاعیں اب تک ختم نہیں ہوئیں۔ اگر خدا کا کلام قرآنِ شریف مانع نہ ہوتا تو فقط یہی نبی تھا جس کی نسبت ہم کہہ سکتے تھے کہ وہ اب تک مع جسمِ عنصری زندہ آسمان پر موجود ہے کیونکہ ہم اس کی زندگی کے صریح آثار پاتے ہیں۔ اس کا دین زندہ ہے۔ اس کی پیروی کرنے والا زندہ ہو جاتا ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے زندہ خدا مل جاتا ہے۔ ہم نے دیکھ لیا ہے کہ خدا اُس سے اور اُس کے دین سے اور اُس کے محبّ سے محبت کرتا ہے۔ اور یاد رہے کہ درحقیقت وہ زندہ ہے اور آسمان پر سب سے اُس کا مقام برتر ہے۔''

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، جلد 22، صفحہ 119-118 حاشیہ)

کیسا کوہِ وقار انسان ہے

''رسول اللہ ﷺ کی تیرہ سالہ زندگی جو مکہ میں گزری اس میں جس قدر مصائب و مشکلات آنحضرت ﷺ پر آئیں ہم تو ان کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ دل کانپ اٹھتا ہے جب ان کا تصور کرتے ہیں۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلی حوصلگی، فراخدلی استقلال اور عزم و استقامت کا پتہ چلتا ہے۔ کیسا کوہِ وقار انسان ہے کہ مشکلات کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے ہیں مگر اس کو ذرا بھی جنبش نہیں دے سکتے۔ وہ مقصد کے ادا کرنے میں ایک لمحہ بھی سست اور غمگین نہیں ہوا۔ وہ مشکلات اس کے ارادے کو تبدیل نہیں کر سکیں۔''

(الحکم 30 جون 1901 صفحہ 03)

اس آفتاب صداقت کی کیسی اعلیٰ درجہ پر روشن تاثیریں ہیں

''حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی کس قدر شان بزرگ ہے اور اس آفتاب صداقت کی کیسی اعلیٰ درجہ پر روشن تاثیریں ہیں جس کا اتباع کسی کو مومن کامل بناتا ہے کسی کو عارف کے درجہ تک پہنچاتا ہے کسی کو آیت اللہ اور حجت اللہ کا مرتبہ عنایت فرماتا ہے اور محامد الٰہیہ کا مورد ٹھہراتا ہے۔''

(براہین احمدیہ جلد اوّل صفحہ 260 تا 261 حاشیہ در حاشیہ نمبر 1)

★★★

ابتدائے اسلام سے آج تک اسلام کے خلاف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے خلاف جو اوچھے ہتھکنڈے استعمال کئے گئے اور کئے جا رہے ہیں اور جو مخالفت اور دشمنی کے بازار گرم کئے گئے اور کئے جا رہے ہیں اس کی مثال دنیا کے کسی مذہب اور اس کے پیشوا اور رسول کی مخالفت میں نہیں ملتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات جو مجسم رحمت اور برکت تھی اور ہے اور قیامت تک رہے گی اس پر جو جھوٹ کا سہارا لیتے ہوئے غلاظت اور گند اچھالنے کی کوشش کی گئی اور کی جاتی ہے وہ کسی اور نبی پر نہیں ہوئی۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود اسلام اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق ترقی ہی کرتا چلا گیا۔ آج بھی باوجود مخالفین اور میڈیا کے بے انتہا اسلام مخالف پراپیگنڈے کے ترقی کر رہا ہے۔

اگر مسلمانوں کے چند گروہوں کے عمل ایسے ہیں جو اسلام کی تعلیم کو بدنام کر رہے ہیں یا مخالفین اسلام کو اسلام پر انگلی اٹھانے کا موقع دے رہے ہیں تو یہ بھی قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کا ثبوت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتا دیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہمیں بتا دیا تھا کہ انحطاط جو انسانی زندگی کا حصہ ہے ایک وقت کے بعد اس کا اثر مسلمانوں پر بھی ہوگا اور ایک لمبا عرصہ رہے گا پھر یہ بھی وعدہ ہے کہ آخری زمانے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عاشق صادق اور غلام صادق بھیجا جائے گا جو آخرین کو اوّلین سے ملائے گا۔ قرآن کریم کی خوبصورت تعلیم کو حقیقی رنگ میں دنیا کو دکھائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے حسن و احسان کو دنیا کے سامنے پیش کرے گا جو ہر مخالف اور معاند کا منہ بند کر دے گا

وہ لوگ جو بغیر سوچے سمجھے اسلام اور بانی اسلام پر اعتراض کرتے ہیں، دلائل سے ان کے منہ بند کرنا اور عمل سے ان کے منہ بند کرنا ہر احمدی کا فرض ہے۔ ہم نے دنیا کو بتانا ہے کہ رُوئے زمین پر نہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے پہلے اور نہ بعد میں کوئی ایسا شخص تھا، نہ ہوگا جو تمام جہانوں کے لئے رحمت ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رحمۃ للعالمین ہونے کے مختلف پہلوؤں کا ایمان افروز تذکرہ

آج مسلمانوں کے تمام مسائل کا حل بھی رحمۃ للعالمین کی پیروی کرنے میں ہے اور غیر مسلموں کے سکون کے ضامن بھی وہ رحمۃ للعالمین ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ دنیا کو عقل اور سمجھ آ جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی دنیا میں اپنے فرائض ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم اپنی زندگیوں میں دنیا میں یہ احساس پیدا ہوتے دیکھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی دنیا کے لئے رحمۃ للعالمین اور راہ نجات ہیں۔

جماعت احمدیہ یوکے کے 48ویں جلسہ سالانہ کے موقع پر 29 اگست 2014ء کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا حدیقۃ المہدی، آلٹن میں افتتاحی خطاب

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (توبہ:128) لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ أَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (الشعراء:04) وَمَآ أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء:108)

ان آیات کا ترجمہ یہ ہے کہ یقیناً تمہارے پاس تمہی میں سے ایک رسول آیا۔ اسے بہت شاق گزرتا ہے جو تم تکلیف اٹھاتے ہو اور وہ تم پر بھلائی چاہتے ہوئے حریص رہتا ہے۔ مومنوں کے لئے بے حد مہربان اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

کیا تُو اپنی جان کو اس لئے ہلاک کر دے گا کہ وہ مومن نہیں ہوتے۔

اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت کے طور پر۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف دنیا میں جتنی دریدہ دہنی کی گئی اور کی جاتی ہے اور یہ سلسلہ جاری ہے، کسی اور نبی کی نہیں کی گئی۔ ابتدائے اسلام سے آج تک اسلام کے خلاف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے خلاف جو اوچھے ہتھکنڈے استعمال کئے گئے اور کئے جا رہے ہیں اور جو مخالفت اور دشمنی کے بازار گرم کئے گئے اور کئے جا رہے ہیں اس کی مثال دنیا کے کسی مذہب اور اس کے پیشوا اور رسول کی مخالفت میں نہیں ملتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات جو مجسم رحمت اور برکت تھی اور ہے اور قیامت تک رہے گی اس پر جو جھوٹ کا سہارا لیتے ہوئے غلاظت اور گند اچھالنے کی کوشش کی گئی اور کی جاتی ہے وہ کسی اور نبی پر نہیں ہوئی۔ ظاہری گند بھی آپ کی زندگی میں آپ پر پھینکا گیا۔ مختلف موقعوں پر تکلیفیں دی گئیں تا کہ اس سے دشمنوں کے دلوں کی آگ ٹھنڈی ہو۔ اور آپ کی زندگی میں آپ پر غلط الزامات بھی لگائے گئے اور آپ کے پیاروں پر بھی لگائے گئے کہ اس سے لوگوں کو آپ سے متنفر کیا جائے اور آپ کے مقام و مرتبہ کو گرایا جائے۔ پھر آج تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لکھنے والے آپ کے خلاف لکھ کر کتابوں کے انبار لگاتے چلے جا رہے ہیں تا کہ آپ کی ذات اور آپ کی لائی ہوئی شریعت کو اور آپ کی اُمّت کو بدنام کیا جائے۔ پس دشمن گزشتہ تقریباً پندرہ صدیوں سے کبھی آپ کی ذات پر گند اچھالنے پر لگا ہوا

ہے کبھی اسلام کی تعلیم پر گند اچھالنے پر لگا ہوا ہے۔ کبھی اسلام کو ظلم زیادتی اور حقوق غصب کرنے اور شدت پسندی کا مذہب کہا گیا ہے اور اس طرح اسلام کی ترقی کو اپنے زعم میں ان لوگوں نے روکنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود اسلام اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق ترقی ہی کرتا چلا گیا۔ آج بھی باوجود مخالفین اور میڈیا کے بے انتہا اسلام مخالف پراپیگنڈہ کرنے کے ترقی کر رہا ہے۔

انبیاء کی مخالفتیں ان کی زندگیوں میں بے شک ہوئیں لیکن ان کے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد یا کچھ عرصے بعد یہ مخالفتیں ختم ہو گئیں۔ ان کے دین بھی روایتی دینوں اور قصوں کہانیوں میں تبدیل ہوتے چلے گئے۔ کسی کی شریعت اپنی اصلی حالت میں قائم نہیں رہی۔ نہ ہی کسی کی کتاب آج اپنی اصلی حالت میں موجود ہے۔ نہ ہی کسی کی شریعت کے بارہ میں اس کے شارع کی طرف سے یہ اعلان ہے کہ خدا تعالیٰ نے اسے محفوظ کرنے کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ یہ صرف اور صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے جن سے خدا تعالیٰ نے آپ پر نازل ہونے والی کتاب کی خود حفاظت کا وعدہ فرمایا ہوا ہے جو اصلی حالت میں آج پندرہ سو سال کے بعد بھی محفوظ ہے۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریباً پندرہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی اس تندہی سے اور شدت سے جو مخالفت ہے یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ آپؐ کی لائی ہوئی شریعت ہمیشہ قائم رہنے والی شریعت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم آج بھی اسی طرح زندہ نبی ہیں جس طرح چودہ سو سال پہلے تھے اور قیامت تک آپ ہی زندہ نبی رہیں گے اور آپ کی شریعت ہی اپنی اصلی حالت میں قائم رہے گی کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس کی حفاظت خود اپنے ذمہ لی ہے۔

پس مخالفین اسلام بجائے اس کے کہ اسلام پر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر الزام لگائیں انصاف کی آنکھ کو استعمال کرتے ہوئے اس تعلیم کی حقیقت کو دیکھیں۔ اگر مسلمانوں کے چند گروہوں کے عمل ایسے ہیں جو اسلام کی تعلیم کو بدنام کر رہے ہیں یا مخالفین اسلام کو اسلام پر انگلی اٹھانے کا موقع دے رہے ہیں تو یہ بھی قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کا ثبوت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتا دیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہمیں بتا دیا تھا کہ انحطاط جو انسانی زندگی کا حصہ ہے ایک وقت کے بعد اس کا اثر مسلمانوں پر بھی ہوگا اور ایک لمبا عرصہ رہے گا لیکن اس کے باوجود جو شریعت قرآن کریم کی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے اس کی حالت اسی طرح مستند رہے گی جس طرح وہ اپنے نزول کے وقت تھی۔ اور پھر یہ بھی وعدہ ہے کہ آخری زمانے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عاشق صادق اور غلام صادق بھیجا جائے گا جو آخرین کو اوّلین سے ملائے گا۔ قرآن کریم کی خوبصورت تعلیم کو حقیقی رنگ میں دنیا کو دکھائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے حسن و احسان کو دنیا کے سامنے پیش کرے گا جو ہر مخالف اور معاند کا منہ بند کر دے گا، جو ہر حملہ آور کی تلوار کے سامنے دلائل کی چٹانیں کھڑی کر کے اسے کند کر دے گا اور دشمن ناکام و نامراد ہوگا۔ اور ہم گواہ ہیں کہ 125 سال پہلے ہم نے وہ نظارہ دیکھا کہ اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر حملے کے جواب اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے اس جری اللہ نے ایسے مضبوط دلائل اور براہین کے ساتھ دیئے کہ جو مخالف بھی مقابل پر آیا اسے میدان چھوڑ کر بھاگنا پڑا اور آج بھی اس جری اللہ کی قائم کردہ جماعت ہی ہے جو نہ صرف مخالفین کے جواب دے کر ان کے منہ بند کر رہی ہے بلکہ اسلام کی خوبصورت تعلیم کو دنیا میں پھیلا رہی ہے۔

بعض مسلمانوں کی اسلام کی تعلیمات کے بارے میں خودساختہ تشریحیں اور تفسیریں اس بات کی دلیل نہیں کہ اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم شدت پسندی اور ظلم کی تعلیم ہے۔ ہر قوم میں خود غرض اور نفس پسند اور نفس پرست ہوتے ہیں۔ یہ ایسے لوگوں کی باتیں ہیں جو لوگ اپنے ذاتی مفادات حاصل کرنے کی خواہش رکھتے ہیں اور یہ ایسے لوگوں کی باتیں ہیں جو ایسے ذاتی مفاد حاصل کرنے کی خواہش رکھنے والوں کے پیچھے چلتے ہیں۔ وہ کم علمی اور جہالت کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔ جیسا کہ مَیں نے کہا حقیقی تعلیم تو حسن و احسان کی تعلیم ہے جس کو دکھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق کو بھیجا جو مسیح موعود اور مہدی معہود کے منصب کے ساتھ آیا۔ پس آج جماعت احمدیہ حقیقی اسلام کی تصویر پیش کر رہی ہے اور اس کے لئے دنیا میں ہر جگہ کوشاں ہے۔ ہمارے مقاصد حکومتوں پر قبضہ کرنا نہیں۔ ہمارے مقاصد حقیقی اسلامی تعلیم کے مطابق انسانوں کو اللہ تعالیٰ کا صحیح عابد بنانا ہے۔ ہمارے مقاصد دنیا کی دولتیں سمیٹنا نہیں۔ ہمارے مقاصد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ پر چلتے ہوئے ہمدردی مخلوق اور خدمت انسانیت کرنا ہے۔ ہمارے مقاصد ظلم و بربریت کے مظاہرے کرتے ہوئے معصوموں اور عورتوں اور بچوں کو قتل کرنا یا یرغمال بنانا نہیں بلکہ ہمارا مقصد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیم اور آپ کے اس اُسوہ حسنہ کے مطابق رحمانیت کے جلوے دکھانا ہے۔ اور یہ رحمانیت کسی خاص قوم یا مسلمانوں سے خاص نہیں ہے بلکہ رُوئے زمین پر بسنے والے ہر انسان بلکہ ہر مخلوق کے لئے یہ فیض عام ہے۔

پس وہ لوگ جو بغیر سوچے سمجھے اسلام اور بانی اسلام پر اعتراض کرتے ہیں، دلائل سے ان کے منہ بند کرنا اور عمل سے ان کے منہ بند کرنا ہر احمدی کا فرض ہے۔ ہم نے دنیا کو بتانا ہے کہ رُوئے زمین پر نہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے پہلے اور نہ بعد میں کوئی ایسا شخص تھا، نہ ہوگا جو تمام جہانوں کے لئے رحمت ہو۔

اس وقت میں نے جو آیات تلاوت کی ہیں ان میں رحمت اور رحمانیت کی اس تعلیم کا ذکر ہے جو اسلام کی تعلیم ہے۔ اور ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل کا ذکر ہے جس کا اظہار انسانیت کے لئے درد کی وجہ سے آپ سے ہوتا تھا۔ جہاں یہ رحمت اپنوں کے لئے ہے وہاں یہ رحمت غیروں کے لئے بھی ہے اور رحمانیت کا جذبہ ہی ہے جو ہر جگہ سلامتی بکھیرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَاعَنِتُّمْ ۔ یقیناً تمہارے پاس تمہیں میں سے ایک رسول آیا۔ اسے بہت شاق گزرتا ہے جو تم تکلیف اٹھاتے ہو۔ پھر فرمایا اور صرف یہی نہیں کہ تمہارا کسی قسم کی تکلیف میں پڑنا اسے شاق گزرتا ہے یا یہ بات اسے بے چین کر رہی ہے کہ تمہارے عمل تمہیں ایک تکلیف میں ڈالیں گے۔ تم خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب ہو کر اپنی دنیا و عاقبت برباد کرو گے۔ صرف سوچ کی حد تک اس رسول کی تکلیف نہیں ہے بلکہ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ۔ وہ تمہاری بھلائی چاہتا ہے اور تمہارے لئے خیر کا بھوکا ہے۔ پس اگر وہ اپنا محبت اور سلامتی کا پیغام تم تک پہنچاتا ہے تو کوئی اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے نہیں بلکہ صرف اور صرف تمہارے درد میں۔ اس رسول کی تبلیغ صرف اس لئے ہے کہ اے کافرو اور انکار کرنے والو! تم خدا تعالیٰ کی حکومت میں آ کر حقیقی امن اور سلامتی اور رحمت کو سمجھنے والے بن سکو کیونکہ خدا رحمان ہے۔ پس باوجود اس کے کہ کفّار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر طرح تکلیفیں دیں، مشکلات میں ڈالا، زندگی کی سہولیات سے محروم کیا، آپ کے پیاروں پر ظلم کئے، ان کو شہید کیا، حتی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قتل کرنے کے منصوبے بنائے اور ان پر جنگیں ٹھونسی گئیں لیکن یہ نبی جو سراپا محبت اور امن اور سلامتی ہے، ان سب کے باوجود اے کافرو! تمہاری بھلائی اور خیر کا متمنی ہے۔

کسی چیز کو تکلیف اٹھا کر حاصل کرنے کو حریص کہتے ہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں اپنی جان کو ہلاک کر کے، اپنا اور اپنے صحابہ کا جانی اور مالی نقصان برداشت کر کے، یہ سب کچھ برداشت کرنے کے باوجود بھی ایک ہی تڑپ رکھتے تھے کہ ان مخالفین اور دشمنوں کو کسی طرح خیر پہنچے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل انسانوں کے لئے شفقت اور محبت سے اس قدر بھرا ہوا تھا کہ اس کی مثال دنیا میں کہیں نظر نہیں آتی۔ پہلے نہ ماننے والوں کا ذکر کے آخر میں پھر مومنوں کا بھی اس آیت میں ذکر فرمایا گیا ہے جو آیت میں نے پہلے تلاوت کی کہ مومنوں کی تکلیف دیکھ کر ان پر بھی مہربان ہوتا ہے اور بار بار رحمت کرتے ہوئے ان پر متوجہ ہوتا ہے۔

پس جس رسول کے ظلم کے قصے یہ ظالم دنیا کو بیان کر کے آج بھی مخالفت اور نفرتوں کے شعلے بلند کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس کا تو یہ حال ہے کہ غیروں کی بھلائی کے لئے بھی بے چین ہے اور اپنوں کی تکلیف دیکھ کر بھی وہ محبت، مہربانی اور رحم کے جذبات سے پُر ہو کر انہیں اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے آنے کی خوشخبریاں دے رہا ہے۔ کیا آج دنیا میں ایسی کوئی مثال ملتی ہے؟ لوگ اپنوں سے تو مہربانی اور محبت اور رحم کے جذبات رکھتے ہوئے سلوک کرتے ہیں لیکن غیروں کے لئے حریص نہیں ہوتے۔ ان کے لئے بے چین نہیں ہوتے۔ ان کے لئے اپنی راتوں کی نیندیں حرام نہیں کرتے کہ ان کو ظلموں سے روک کر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچائیں۔ پس یہ سبق ہے ان

مسلمانوں کے لئے بھی چاہے وہ حکمران ہیں یا مختلف گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں اور اپنا نام نہاد اسلام نافذ کرنا چاہتے ہیں کہ بجائے ظلموں کے پیار اور محبت سے، حکمت سے اسلام کی خوبصورتی بیان کرو۔ کلمہ گوؤں سے مہربانی کا سلوک کرو اور بار بار رحم سے ان کی طرف متوجہ ہو۔ کسی کلمہ گو کا عمداً قتل اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق جہنم میں لے جاتا ہے۔ پس یہ بھی اس رسول کی رأفت اور رحم ہے جو اللہ تعالیٰ کی رأفت اور رحم کا سب سے بڑا مظہر ہے۔ جس کی دعاؤں کو قبول کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان انعامات سے محروم نہیں کیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ تھے بلکہ قیامت تک اس رأفت اور رحیمیت کا سلسلہ قائم فرما دیا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو بھیج کر اسلام پر ہونے والے ہر حملے کو ردّ کرنے کا سامان پیدا کر دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو بھیج کر جہاں مسلمانوں کے لئے اس فیض کو جاری رکھا وہاں اسلام پر ہونے والے الزامات کی بھی نفی کر دی کہ اسلام تشدد اور بے رحمی کا مذہب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو داغدار کرنے کی کوشش کرنے والے ہر شخص کا منہ بند کر دیا جو آپ پر ظلم اور بربریت کا الزام لگاتا ہے۔ آپ نے قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے ثابت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنوں اور غیروں کے لئے سراپا رحمت تھے۔ آج دنیا میں ہمدردی کے دعوے کرنے والے، رحم کے دعوے کرنے والے، بھلائی اور خیر چاہنے والے اپنوں کے لئے تو سب کچھ چاہتے ہیں لیکن دوسروں کے لئے بھلائی نہیں چاہتے۔ اب آجکل جو فلسطین کی تنظیم حماس اور اسرائیل کی جو جنگ چل رہی ہے اس میں کیا یہ نمونے نظر نہیں آتے۔ اسرائیل کی بمباری سے سینکڑوں فلسطینی بچے شہید ہو گئے۔ کوئی ہمدردی کا جذبہ پیدا نہیں ہوا۔ پچھلے دنوں حماس کی راکٹ فائرنگ سے ایک اسرائیلی بچہ مر گیا تو اسرائیل کے وزیراعظم نے اعلان کیا کہ ہم اس کا بدلہ لیں گے اور چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اب پھر کچھ معاملہ بہتری کی طرف جا رہا ہے اور اللہ کرے کہ بہتری کی طرف جاتا رہے۔ بہرحال اس نے کہا ہم نہیں بیٹھیں گے اور جو بدلہ لیتے ہیں تو بدلے کی کوئی حد بھی نہیں ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ اس بچے کا قتل جائز ہے جو حماس کی فائرنگ سے مرا ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو اس طرح سراپا رحمت ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جنگوں میں بھی کسی عورت کو، کسی بچے کو حتی کہ کسی مرد کو بھی جو جنگ میں حصہ نہیں لے رہا قتل نہیں کرنا۔ کیونکہ یہ ظلم ہے۔ (ماخوذ از السنن الکبریٰ للبیہقی کتاب السیر باب ترک قتل من لاقتال فیہ من الرھبان والکبیر وغیرھما حدیث 18663 جلد 9 صفحہ 153 مطبوعہ مکتبۃ الرشد 2004ء)

پس اسلام نے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ظلم کو ظلم ہی کہا ہے چاہے کسی کی طرف سے ہو۔ لیکن کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اسلام پر الزام لگانے والے خود اپنے عمل نہیں دیکھتے۔ ظلم پر ظلم ہوتا ہے اور کسی بڑی طاقت کو یہ جرأت نہیں کہ اس ظلم کے خلاف یہ آواز اٹھائے جبکہ ہمارا پیارا رسول تو ہر ایک کے لئے پیار کے اور رحمانیت کے جلوے دکھا رہا ہے۔ اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام ''اعجاز المسیح'' میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ فَاَشَارَ اللّٰہُ فِیْ قَوْلِہٖ عَزِیْزٌ وَ فِیْ قَوْلِہٖ حَرِیْصٌ اِلٰی اَنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَام مَظْھَر صِفَتِہِ الرَّحْمَان بِفَضْلِہِ الْعَظِیْم۔ لِاَنَّہٗ رَحْمَۃٌ لِّلْعَالَمِیْنَ کُلِّھِمْ وَلِنَوْعِ الْاِنْسَانِ وَالْحَیْوَانِ۔ وَاَھْلِ الْکُفْرِ وَالْاِیْمَانِ۔ ثُمَّ قَالَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔ فَجَعَلَہٗ رَحْمَانًا وَرَحِیْمًا۔

(اعجاز المسیح روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 118-117)

یعنی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عزیز اور حریص کے الفاظ میں اس طرف اشارہ کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے فضل عظیم سے اس کی صفت رحمان کے مظہر ہیں۔ کیونکہ آپ کا وجود مبارک سب جہانوں کے لئے ہے۔ بنی نوع انسان، حیوانات، کافروں، مومنوں سب کے لئے ہے۔ پھر فرمایا بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔ اور اس میں آپ کو رحمان اور رحیم کے نام دیئے۔

پس یہ ہے وہ آپ کا حسن واحسان اور رحمانیت اور رحمیت کا جلوہ جو آپ کے عاشق صادق اور زمانے کے امام نے کھول کر دکھایا۔ یہ ہے وہ اُسوہ حسنہ جس کا قرآن کریم نے ذکر فرمایا ہے۔ اور یہ ہے وہ تعلیم جو ہر اس شخص کے لئے ہے جو اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منسلک کرنے کا دعویٰ کرتا ہے کہ اس پر عمل کرے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ:

''تعلیم قرآنی ہمیں یہی سبق دیتی ہے کہ نیکوں اور ابرار و اخیار سے محبت کرو اور فاسقوں اور کافروں پر شفقت کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَاعَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ۔''

(نور القرآن نمبر 2 روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 433)

یعنی اے کافرو! یہ نبی ایسا مشفق ہے جو تمہارے رنج کو دیکھ نہیں سکتا اور نہایت درجہ خواہش مند ہے کہ تم ان بلاؤں سے نجات پا جاؤ۔

پھر آپ فرماتے ہیں:

''جذب اور عقدِ ہمّت ایک انسان کو اس وقت دیا جاتا ہے جبکہ وہ خدا تعالیٰ کی چادر کے نیچے آجاتا ہے اور ظلُّ اللہ بنتا ہے۔ پھر وہ مخلوق کی ہمدردی اور بہتری کے لئے اپنے اندر ایک اضطراب پاتا ہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس مرتبے میں کُل انبیاء علیہم السلام سے بڑھے ہوئے تھے۔ اس لئے آپ مخلوق کی تکلیف دیکھ نہیں سکتے تھے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَاعَنِتُّمْ۔ (التوبۃ: 128) یعنی یہ رسول تمہاری تکالیف کو دیکھ نہیں سکتا۔ وہ اس پر سخت گراں ہے اور اسے ہر وقت اس بات کی تڑپ لگی رہتی ہے کہ تم کو بڑے بڑے منافع پہنچیں۔''

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 56۔ ایڈیشن 1985 مطبوعہ انگلستان)

پس یہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ پاک اور مبارک اُسوہ جس کی آج زمانے کو ضرورت ہے جو دنیا کے امن اور سلامتی کی ضمانت ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے صرف یہی نہیں بتایا کہ غیروں اور اپنوں کی تکلیفیں دُور کرنے اور بھلائی چاہنے کے لئے وہ حریص ہے، بے چین ہے بلکہ اس بے چینی کے معیار کا اظہار ان الفاظ میں کیا کہ لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ۔ کیا تُو اپنی جان کو اس لئے ہلاک کر دے گا کہ وہ مومن نہیں ہوتے۔ یعنی تیرا دل ان کے ایمان نہ لانے سے اس لئے بے چین ہے کہ ان کا یہ کفر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب بن کر ان کو سزا کا مستوجب بنائے گا۔ پس یہ مخلوق سے ہمدردی اور انسانیت سے ہمدردی کا معیار ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا درد ہے، فکر ہے، رحم ہے کہ یہ زندگی بخش پیغام، وہ پیغام جو خدا تعالیٰ کے قریب کرنے والا ہے اس کا انکار کر کے اس کے ماننے والوں پر ظلم کر کے یہ لوگ نہ صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو رہے ہیں بلکہ عذاب سہیڑ رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں بنی نوع انسان کی ہدایت کی اتنی شدید تڑپ پائی جاتی تھی کہ آپ بے چین ہو ہو جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ یہ دیکھ کر فرماتا ہے کہ کیا تُو اپنے آپ کو ان کے غم میں ہلاک کر لے گا۔ بَخْعٌ کے معنی ہوتے ہیں اس طرح گلے پر چھری پھیرنا کہ گردن کے آخری حصے تک پہنچ جائے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بنی نوع کی ہمدردی اور ان کے لئے رحم کے جذبات اور انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے کے لئے تُو یہاں تک پہنچ گیا ہے گویا اپنے آپ کو ذبح کر رہا ہے۔ دنیا میں بے چین ہو کر قربانی تو لوگ اپنے محبوبوں اور پیاروں کے لئے کرتے ہیں لیکن یہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی طُرّہٗ امتیاز ہے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بنی نوع انسان کے لئے درد کا ہی مقام ہے کہ اپنے ان دشمنوں کے لئے بھی بے چین ہو ہو کر دعائیں کر رہے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کے عذاب کا ہلکا سا بھی احساس ہوتا ہے کہ ان کی ان حرکتوں سے یہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے نیچے نہ آ جائیں تو اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑاتے ہیں کہ اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔

(الجامع لشعب الایمان للبیہقی جزء 3 صفحہ 45 فصل فی حدب النبیؐ علی امته و رافته بهم حدیث 1375 مطبوعه مکتبة الرشد 2004ء)

ہزاروں انبیاء گزرے ہیں مگر رحم کے جذبات کا یہ اظہار نہ حضرت نوح سے ہوا، نہ حضرت ابراہیم سے، نہ حضرت موسیٰ سے، نہ حضرت عیسیٰ سے کہ بنی نوع انسان کے لئے یہ ہمدردی کے جذبات ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبات صرف اپنے ماننے والوں، آپ سے قرب کا تعلق رکھنے والوں، اپنے کبار صحابہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر وغیرہ سے نہیں تھے بلکہ ان مکروہ چہروں کے لئے بھی تھے جنہوں نے آپ کو تکلیفیں دیں۔ عتبہ، شیبہ اور ابوجہل کے لئے بھی آپ رحم کے جذبات رکھتے تھے۔ یہ لوگ وہ ہیں جنہوں نے آپ کو تکلیفیں پہنچانے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا۔ پھر طائف کے لوگوں نے آپ کو لہولہان کر دیا کہ خون پاؤں تک بہہ رہا تھا لیکن خدا تعالیٰ کا فرشتہ جب عذاب دینے کی بات کرتا ہے تو آپ فرماتے ہیں، نہیں۔ فوراً آپ کے رحم کے جذبات اپنی

تکالیف پر حاوی ہو جاتے ہیں اور آپ اپنے جسم اطہر سے خون پونچھتے جاتے ہیں اور دعا کرتے جاتے ہیں کہ اے میرے رب! یہ نہیں جانتے کہ مَیں کون ہوں تُو انہیں معاف فرما۔(واحمد اللہ از سید بن حسین عفانی جلد اول صفحہ 49-48 الفصل الاول، دار العفانی قاہرہ 2006ء)

یہ ظلم آپ کی زندگی میں جاری رہے لیکن آپ کا جذبہ اس پیغام کو دنیا میں پھیلانے کے لئے ہر مخالفت کے بعد اس رحم کی وجہ سے جو بنی نوع کے لئے آپ کے دل میں تھا مزید بڑھتا جاتا تھا۔ آپ سمجھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے میں اور اس حقیقی ہدایت کو اختیار کرنے میں جو آپ لائے ہیں دنیا کی بقا ہے۔

غزوۂ اُحد میں آپ کی ہمدردی اور دشمن کے لئے درد کو بھی تاریخ نے یوں محفوظ کر لیا کہ جب آپ زخمی ہو کر گر پڑے اور بعض مسلمان جو آپ کے اردگرد آپ کی حفاظت کے لئے کھڑے تھے ان میں سے بعض زخمی ہو کر، بعض شہید ہو کر آپ کے اوپر گرتے رہے اور اس وقت یہی سمجھا گیا کہ شاید اب آپ بھی اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گئے ہوں گے۔ لیکن جب نیچے سے آپ کے جسم کو نکالا گیا تو اس وقت آپ ہوش میں تھے اور اس وقت بھی آپ نے دعا یہی دی کہ رَبِّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ (صحیح مسلم کتاب الجهاد و السیر باب فی غزوة احد حدیث نمبر 4646)(السیرة الحلبیة جلد 2 صفحہ 317تا320باب ذکر مغازیه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، غزوة احد، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت 2002ء) اے میرے رب یہ مجھے نہیں جانتے انہیں بخش دے۔ پس کیا اس حالت میں بھی ہمدردیٔ خلق کوئی کر سکتا ہے؟ یہ آپؐ کا ہی مقام تھا لیکن آنکھوں کے اندھوں کو پھر بھی آپ میں رحمت نظر نہیں آتی۔ یہ آنکھوں کے نہیں، دل کے اندھے لوگ ہیں۔

طائف کے سفر میں پیغام حق پہنچانے کی تڑپ کا واقعہ بھی تاریخ ہمیں بتاتی ہے جب خون سے لہولہان واپسی پر مکّہ کے ایک سردار کے باغ میں آپ ستانے کیلئے رکے تو باغ کے مالک نے دُور سے آپ کو اس حالت میں دیکھا اور اس کے دل میں آپ کے لئے ہمدردی کے جذبات پیدا ہوئے۔ اس نے اپنے ایک غلام کو بلا کر انگور کے چند خوشے دیئے کہ وہ جو دو شخص بیٹھے ہیں ان کو دے آؤ، آپ کے ساتھ آپ کے غلام بھی تھے۔ بلکہ غلام نہیں کہنا چاہئے آزاد زید تھے۔ وہ غلام جب انگور لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور انگور دیئے اور جب باتوں باتوں میں پتا چلا کہ وہ باغ کے مالک کا غلام نینوا کا رہنے والا عیسائی ہے۔ تو آپ نے اسے فرمایا کہ تم میرے بھائی یونس کے وطن کے رہنے والے ہو۔ اس پر اس کی توجہ پیدا ہوئی اور اس نے سوچا کہ یہ عرب کے رہنے والے کا نینوہ سے کیا تعلق ہے۔ پھر اس نے آپ سے اس حالت اور اس سلوک کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم یونس کے ملک کے ہو۔ تم جانتے ہو کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوؤں کے ساتھ یہی سلوک ہوتا ہے اور بغیر کسی خوف کے اس کو بھی تبلیغ کی۔ یہ نہیں دیکھا کہ مَیں اس وقت بھی دشمن کی زمین پر بیٹھا ہوا ہوں۔ اس کے علاقے میں ہوں اور اس تبلیغ کے نتیجے میں مجھ پر مزید ظلم ہو سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا میں نے ان لوگوں کا کچھ نہیں بگاڑا، صرف اتنا کہتا ہوں کہ خدا کی طرف آؤ اور بتوں کی پرستش چھوڑ دو تا کہ تم پر خدا تعالیٰ رحم کرے۔ یہ بات سن کر اس عیسائی غلام کو یقین ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں، اس پر وہ غلام آپ کے پاؤں کی مٹی اور خون صاف کرنے لگا اور آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ اس کا مالک دُور سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ جب غلام واپس گیا تو اس کے مالک نے اسے ڈانٹا کہ تو نے یہ سب کچھ کیوں کیا؟ میں نے تُو تجھے صرف انگور دینے کے لئے بھیجا تھا۔ لیکن اب اسی غلام کا دل آپ پر ایمان لا چکا تھا۔ (السیرة الحلبیة جلد اول صفحہ 498تا 502 باب ذکر خروج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی الطائف مطبوعة دار الکتب العلمیة بیروت 2002ء) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی تکلیف کے باوجود بنی نوع کے لئے محبت اور رحم کے جذبے نے اس غلام کے دل میں آپ کی محبت قائم کر دی تھی۔ اب دنیا والے ان محبتوں کو جدا نہیں کر سکتے تھے۔

پس دیکھیں یہ ہے وہ آپ کا رحم کا جذبہ کہ جس حالت میں بھی جہاں بھی موقع ملا آپ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا۔ بنی نوع انسان سے ہمدردی کے لئے یہ عظیم تڑپ تھی جو آپ میں پائی جاتی تھی۔ جیسا کہ میں نے کہا ہمیں تو اور کسی نبی میں یہ تڑپ نظر نہیں آتی۔

متی باب 15 میں آیت 24 سے 26 میں یہ لکھا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا کہ میری مدد کر۔ وہ دے جو اپنی قوم کو دیتا ہے۔ اس نے کہا کہ میرے پاس تیرے لئے کچھ نہیں۔ میں تو بنی اسرائیل کے لئے بھیجا گیا ہوں اور یہ صحیح نہیں کہ بچوں کی روٹی لے کر کتوں کے آگے پھینک دوں۔ (ماخوذ از متی باب 15 آیت 24 تا 26) لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رحم لامحدود ہے۔ آپ کے پاس ایک شخص ایسی حالت میں آتا ہے جب آپ زخموں سے لہولہان ہیں۔ ایسے میں ایک عام انسان اپنی فکر کرتا ہے اور پھر وہ شخص بھی غیر قوم کا ہے۔ لیکن آپ کا جذبہ رحم اور ہمدردی اپنی تکلیف بھول جاتا ہے۔ آپ اس کو تبلیغ شروع کر دیتے ہیں۔ آپ اس کو روحانی روٹی اور غذا دیتے ہیں جو آپ صرف اپنی قوم کے لئے نہیں لائے بلکہ آپ کا جذبہ ہمدردی تمام بنی نوع انسان پر حاوی تھا۔ کالے گورے، عربی، عجمی سب کو آپ فیض پہنچانا چاہتے ہیں۔ اس احسان کے بدلے جو ایک مادی غذا لے کر جسمانی طاقت بحال کرنے کے لئے وہ غلام آپ کے پاس آیا تھا آپ فوراً ہمیشہ کام آنے والی غذا سے اسے سرفراز فرماتے ہیں۔ پس یہ فیض عام ہے جو آپ نے ہر حالت میں جاری رکھا اور ہر ایک کو دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ہمدردی خلق کا نقشہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان الفاظ میں کھینچا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ایک طرف انبیاء و رُسل اور خدا تعالیٰ کے مامورین اہل دنیا سے نفور ہوتے ہیں اور دوسری طرف مخلوق کے لئے ان کے دل میں اس قدر ہمدردی ہوتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس کے لئے بھی خطرہ میں ڈال دیتے ہیں اور خود ان کی جان جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت قرآن شریف میں فرماتا ہے لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ (الشعراء: 04)۔ یہ کس قدر ہمدردی اور خیر خواہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں فرمایا ہے کہ تُو ان لوگوں کے مومن نہ ہونے کے متعلق اس قدر ہمّ و غم نہ کر۔ اس غم میں شاید تُو اپنی جان ہی دے دے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہمدردی مخلوق میں کہاں تک بڑھ جاتے ہیں۔ اس قسم کی ہمدردی کا نمونہ کسی اَور میں نہیں پایا۔ یہاں تک کہ ماں باپ اور دوسرے اقارب میں بھی ایسی ہمدردی نہیں ہو سکتی۔

(ملفوظات جلد ہشتم صفحہ 80۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پھر آپ فرماتے ہیں:

''نبی کا آنا ضروری ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ قوت قدسی ہوتی ہے اور اس کے دل میں لوگوں کی ہمدردی، نفع رسانی اور عام خیر خواہی کا بیتاب کر دینے والا جوش ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ (الشعراء: 04) یعنی کیا تُو اپنی جان کو ہلاک کر دے گا اس خیال سے کہ وہ مومن نہیں ہوتے۔ اس کے دو پہلو ہیں۔ ایک کافروں کی نسبت کہ وہ مسلمان کیوں نہیں ہوتے۔ دوسرا مسلمانوں کی نسبت کہ ان میں وہ اعلیٰ درجے کی روحانی قوت کیوں نہیں پیدا ہوتی جو آپ چاہتے ہیں۔ چونکہ ترقی تدریجاً ہوتی ہے اس لئے صحابہ کی ترقیاں بھی تدریجی طور پر ہوئی تھیں۔ مگر انبیاء کے دل کی بناوٹ بالکل ہمدردی ہی ہوتی ہے۔ اور پھر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو جامع جمیع کمالات نبوت تھے۔ آپؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں یہ ہمدردی کمال درجہ پر تھی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) صحابہ (رضوان اللہ علیہم) کو دیکھ کر چاہتے تھے کہ پوری ترقیات پر پہنچیں۔ لیکن یہ عروج ایک وقت پر مقدر تھا۔ آخر صحابہ نے وہ پایا جو دنیا نے کبھی نہ پایا تھا اور وہ دیکھا جو کسی نے نہ دیکھا تھا۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 52-51۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس یہ فیض عام اور ہمدردی خلق اور رحمانیت اور رحیمیت کا وہ انتہا پر پہنچا ہوا مقام ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے بھی بنی نوع انسان کے لئے ہمدردی اور رأفت اور رحمت میں ڈوبے ہونے کی سند آپ کو دلوائی۔ پس یہ وہ نبی ہے جو اپنوں کے لئے بھی اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالتا تھا اور جنہوں نے قبول نہیں کیا ان کے لئے بھی تکلیف میں ڈالتا تھا۔ آپؐ کی سیرت کے بے شمار واقعات ہیں جب آپ نے اپنی تکلیف کو برداشت کیا لیکن بددعا نہ دی بلکہ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ (الشعراء: 04)۔ میں بے مثال شفقت اور محبت کا ذکر کیا گیا ہے کہ یہ نبی تو اس طرح

دنیا کی شفقت ومحبت سے پُر ہے کہ بددعا دینا تو ایک طرف رہا اپنے آپ کو ہلاک کر رہا ہے۔ دن کو یہ نبی ظلم سہتا ہے لیکن پھر بھی ظلم سہنے کے باوجود بنی نوع کی عاقبت سنوارنے کی فکر میں ہے۔ رات کو اپنی نیندیں دنیا کی بہتری کے درد میں قربان کر رہا ہے۔ آپ کو نہ کھانے کی پرواہ تھی نہ پینے کی پرواہ تھی۔ فکر تھا تو صرف یہ کہ دنیا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچ جائے۔ آپ کی عبادتیں دنیا کے درد کے لئے ایسی تھیں کہ رات کو کھڑے کھڑے آپ کے پاؤں متورّم ہو جاتے تھے۔ (صحیح البخاری کتاب التفسیر القرآن باب لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک... حدیث نمبر 4836) آپ کے سجدوں کی لمبائی اتنی ہوتی تھی کہ بعض دفعہ آپ کی ازواج کو یہ خیال ہوتا تھا کہ شاید سجدے کی حالت میں آپ کی روح اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گئی۔ (الجامع لشعب الایمان للبیھقی جلد 5 صفحہ 361 حدیث نمبر 3554 کتاب الصیام باب ما جاء فی لیلۃ النصف من شعبان مطبوعہ مکتبۃ الرشد 2004ء)

یہ درد جو آپ نے بنی نوع کے لئے دکھایا۔ آپ چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کر کے آپ کے ماننے والے بھی یہ مقام حاصل کریں۔ وہ روحانی مقام حاصل کرلیں کہ ان کا اپنا کچھ نہ رہے۔ وہ سب کچھ دنیا کی بھلائی کے لئے لٹا دیں۔ پھر ایک دنیا نے دیکھا کہ صحابہ کی بھی ایک فوج تیار ہو گئی جو راتوں کو دنیا کی بھلائی کے لئے دعائیں کرتے تھے۔ خدمت انسانیت اور انسانیت کی بھلائی اور ان کو اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بچانے کیلئے ان میں بھی ایک درد تھا۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اس کے دو پہلو ہیں۔ ایک کافروں کے لئے کہ ان کی اصلاح ہو، ایک مومنوں کے لئے کہ ان میں اعلیٰ درجہ کی روحانی قوت پیدا ہو۔ اور پھر جیسا کہ میں نے بتایا کہ صحابہ کے وہ مقام ہوئے جو آپ چاہتے تھے۔ اور پھر تا قیامت یہ درد پیدا کرنے کے لئے جو آپ کو فکر تھی اس کو دور کرنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ نے آخرین میں مسیح موعود کو بھیجنے کا وعدہ فرمایا تا کہ یہ بنی نوع انسان سے محبت اور ہمدردی کا سلسلہ چلتا رہے اور کبھی ختم نہ ہو۔ اسلام کو بدنام کرنے والوں کو اسلام کی حقیقی تصویر دکھانے والے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی اسوہ کی چمک دکھانے والے تا قیامت موجود رہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بنی نوع کے لئے درد جس کا اظہار آپ نے اپنی زندگی میں اپنے عمل سے کیا اور پھر اس عمل کی روح آپ نے اپنے صحابہ میں پھونکی۔ جنہوں نے پھر ہمدردی خلق اور انسانیت کے لئے دعاؤں سے اپنی راتوں کو زندہ کیا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بنی نوع انسان کی تا قیامت بھلائی کی فکر کے دور کرنے کے لئے اس زمانے میں مسیح موعود کو اللہ تعالیٰ نے بھیجنے کا وعدہ اس لئے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو رحمت للعالمین بنا کر بھیجا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ کہ ہم نے تجھے تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت کو ہی رحمت بنا دیا۔ آپ کا جسم اور روح سراپا رحمت تھی۔ جب آپ کا یہ مقام تھا تو کیوں نہ بنی نوع کے لئے آپ تڑپ رکھتے۔ آپ میں اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیت اس طرح حلول کی گئی تھی جس کی اگر کسی انسان میں کوئی قریب ترین مثال مل سکتی ہے۔ تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں تھی۔ آپ میں اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیت جلوہ گر تھی۔

پس آپ خدا تعالیٰ کی رحمانیت کے جامع تھے جو تمام قسموں کے رحم پر حاوی تھی۔ تمام قوموں کے لئے اور تمام زمانوں کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ماننے والوں کے لئے بھی سراپا رحم تھے اور اپنے مخالفین کے لئے بھی۔ جیسا کہ مَیں نے بتایا کہ شدید زخمی حالت میں جبکہ آپ کے صحابہ کا خیال تھا کہ شاید آپ ان کاری حملوں سے نہ بچے ہوں گے تو جب ہوش آئی تو دشمنوں پر سے اللہ تعالیٰ کا غضب دُور ہونے کی دعائیں کیں۔ پس کہاں ملتی ہے ایسی مثال ایسی رحمت کی۔ آپ کی رحمت نے عرب کے جاہلوں کو جو ذرا ذرا سی بات پر جذبات سے مغلوب ہو کر مرنے مارنے پر آمادہ ہو جاتے تھے، غیرت کے نام پر قتل کرتے تھے تو سالوں یہ قتل چلتے چلے جاتے تھے۔ ان جاہلوں اجڈوں کو آپ نے وہ مقام عطا کیا کہ ایک دوسرے کے لئے رحمت کے جذبات کا اظہار کرنے والا اور قربانیاں دینے والا بنا دیا۔ بلکہ دشمن سے بھی سلوک کے وہ اعلیٰ اخلاق سکھائے جو آج کی نام نہاد بااخلاق اور پڑھی لکھی دنیا میں بھی نظر نہیں آتے۔ جیسا کہ مَیں نے بتایا کہ معصوموں، بیماروں، عورتوں، بچوں کو کسی بھی قسم کی تکلیف پہنچانے سے آپ نے سختی سے منع کیا۔ ایک جنگ میں ایک مسلمان نے ایک بچہ قتل کر دیا یا اس سے غلطی سے ہو گیا۔ آپ نے شدید صدمے کا اظہار فرمایا۔ قتل کرنے والے نے کہا کہ وہ یہودی تھا یا غیر مسلم تھا تو آپ نے فرمایا کہ کیا وہ معصوم بچہ نہیں تھا؟ تم نے بہت بڑا ظلم کیا ہے۔ (ماخوذ از مسند احمد بن حنبل مسند الاسود بن سریع جزء 5 حدیث نمبر 16412 عالم الکتب العلمیۃ بیروت 1998ء)

یہ ہے وہ حسین نمونہ آجکل کے ان نام نہاد مسلمانوں اور تنظیموں کے لئے بھی جو مذہب کے نام پر اپنوں اور پرایوں سب کا خون کئے چلے جا رہے ہیں۔ اور یہ اُسوہ ان لوگوں کے منہ پر چپیڑ ہے کہ جو آپ کی ذات پر اعتراض کرتے ہیں کہ نعوذ باللہ آپ نے اس دہشتگردی کی تعلیم دی یا شدت پسندی کی تعلیم دی۔

پس دیکھیں اور سوچیں کہ کیا مسلمانوں میں سے یہ لوگ جس قسم کی حرکتیں کر رہے ہیں رحمۃٌ للعالمین کی طرف منسوب ہونے کے حقدار ہیں؟ یا وہ لوگ جو جنگ میں براہ راست ملوث نہیں ہیں، وہ بھی جو ان کی حمایت کر رہے ہیں وہ بھی رحمۃٌ للعالمین سے منسوب ہونے کے حقدار ہیں؟ یہ سوچنے والی بات ہے۔ قرآن کریم بھی آپ کی رحمانیت کا ایک نشان ہے جو تمام زمانوں اور تمام قوموں کے لئے ایک رہنما ہے۔ اس پر اعتراض تو بہت کئے جاتے ہیں لیکن قرآن کریم کی تعلیم میں اگر بوقت ضرورت سزا کا ذکر ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ہر چیز پر حاوی ہونے کی خوشخبری بھی ہے۔ اگر مسلمانوں پر ٹھونسی جانے والی جنگوں کے جواب میں جنگ کا حکم ہے، یہ کہیں حکم نہیں کہ براہ راست حملے کرو، اگر جنگیں ٹھونسی جاتی ہیں تو جواب میں جنگ کرو، اگر یہ حکم ہے تو پھر جیسا کہ مَیں نے بتایا کہ کچھ اصول وضوابط بھی ہیں کہ معصوموں بچوں، راہبوں اور اس شخص کی جان کی حفاظت کی ضمانت بھی دی گئی ہے جو کسی بھی صورت میں براہ راست ملوّث نہیں ہے۔ اگر جنگی قیدی پکڑے گئے ہیں تو ان کو جس قدر رعایت کر کے آزاد کیا جا سکتا ہے اس کا بھی حکم ہے۔ آپ کا رحم تمام دنیا کے انسانوں بلکہ تمام مخلوق کو گھیرے ہوئے ہے۔ پس جیسا کہ مَیں نے شروع میں ذکر کیا ہے کہ آپ کی رحمت غیروں کے لئے بھی وسیع ہے اور ان کی خیر و بھلائی چاہتی ہے اور اپنوں کے لئے بھی۔ اور یہ بھی آپ کے رحمۃٌ للعالمین ہونے کی دلیل ہے کہ اس زمانے میں بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کے غلام صادق کو اس رحمت کی حقیقت بتانے اور رحمت پھیلانے کے لئے بھیجا ہے۔ آپ نے یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کو کس طرح ہمیں دکھایا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام رحمۃ للعالمین کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”ہم نے کسی خاص قوم پر رحمت کے لئے تجھے نہیں بھیجا، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلکہ اس لئے بھیجا ہے کہ تمام جہان پر رحمت کی جاوے۔ پس جیسا کہ خدا تمام جہان کا خدا ہے ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کے رسول ہیں اور تمام دنیا کے لئے رحمت ہیں اور آپ کی ہمدردی تمام دنیا سے ہے۔ نہ کسی خاص قوم سے ہے۔“ (چشمہ معرفت روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 388)

پھر ایک جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

”قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ (الانبیاء: 108) وَلَا يَسْتَقِيْمُ هٰذَا الْمَعْنٰى اِلَّا فِي الرَّحْمَانِيَّةِ فَاِنَّ الرَّحِيْمِيَّةَ يَخْتَصُّ بِعَالَمٍ وَّاحِدٍ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔“ (اعجاز المسیح روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 118 حاشیہ)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ اے نبی! ہم نے تمہیں تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ آپ کا رحمۃ للعالمین ہونا صفت رحمانیت کے لحاظ سے ہی درست ہو سکتا ہے کیونکہ رحیمیت تو صرف مومنوں کی دنیا کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔

پھر آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

”یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ہر شخص کا کلام اس کی ہمّت کے موافق ہوتا ہے۔ جس قدر اس کی ہمّت اور عزم اور مقاصد عالی ہوں گے اُسی پایہ کا وہ کلام ہوگا۔ اور وحی الٰہی میں بھی یہی رنگ ہوتا

ہے۔ جس شخص کی طرف اس کی وحی آتی ہے جس قدر ہمّت بلند رکھنے والا وہ ہوگا اسی پائے کا کلام اسے ملے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمّت و استعداد اور عزم کا دائرہ چونکہ بہت ہی وسیع تھا اس لئے آپ کو جو کلام ملا وہ بھی اس پایہ اور رتبہ کا ہے کہ دوسرا کوئی شخص اس ہمّت اور حوصلہ کا کبھی پیدا نہ ہوگا کیونکہ آپ کی دعوت کسی محدود وقت یا مخصوص قوم کے لئے نہ تھی جیسے آپ سے پہلے نبیوں کی ہوتی تھی۔ بلکہ آپ کے لئے فرمایا گیا۔ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا۔ (الاعراف:159) اور مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ (الانبیاء:108) جس شخص کی بعثت اور رسالت کا دائرہ اس قدر وسیع ہو اس کا مقابلہ کون کرسکتا ہے۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 57۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

’’سورۃ فاتحہ میں جو اللہ تعالیٰ کی صفات اربعہ بیان ہوئی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان چاروں صفات کے مظہر کامل تھے۔ مثلاً پہلی صفت ربّ العالمین ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بھی مظہر ہوئے جبکہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ (الانبیاء:108)۔ جیسے ربّ العالمین عام ربوبیت کو چاہتا تھا اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض و برکات اور آپ کی ہدایت و تبلیغ کُل دنیا اور کُل عالموں کے لئے قرار پائی۔

پھر دوسری صفت رحمان کی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس صفت کے بھی کامل مظہر ٹھہرے کیونکہ آپ کے فیوض و برکات کا کوئی بدل اور اجر نہیں۔ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ (الفرقان:58)۔‘‘ (کہ میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا۔)

پھر آپ رحیمیت کے مظہر ہیں۔ آپؐ نے اور آپؐ کے صحابہ نے جو محنتیں اسلام کے لئے کیں اور ان خدمات میں جو تکالیف اٹھائیں وہ ضائع نہیں ہوئیں بلکہ ان کا اجر دیا گیا اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن شریف میں رحیم کا لفظ بولا ہی گیا ہے۔

پھر آپ مالکیت یوم الدین کے مظہر بھی ہیں۔ اس کی کامل تجلّی فتح مکّہ کے دن ہوئی۔ ایسا کامل ظہور اللہ تعالیٰ کی ان صفات اربعہ کا جو اُمّ الصفات ہیں اور کسی نبی میں نہیں ہوا۔‘‘

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 71۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

جیسا کہ مَیں نے کہا کہ یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا فیضان ہے کہ اس زمانے میں اس نے اسلام کی حقیقی تعلیم کو جاری کرنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق مسیح موعود اور مہدی معہود کو بھیجا جنہوں نے اس حقیقی تعلیم کو ہم پر واضح فرمایا۔ جیسا کہ ان حوالوں سے ظاہر ہوتا ہے جو میں نے ابھی پڑھے ہیں کہ کس خوبصورتی سے آپ کا مومنوں اور غیر مومنوں کے لئے رحمت ہونا واضح فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے جو تمام دنیا کی پرورش کرنے والا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔ جس طرح دنیا کا کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی ربوبیت سے باہر نہیں اسی طرح دنیا کا کوئی شخص آپ کے فیوض و برکات سے باہر نہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ کی صفت رحمان ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی فرماتے ہیں کہ میں تو یہ رحمتیں بغیر کسی اجر کے بانٹنے والا ہوں چاہے کوئی قبول کرے یا نہ کرے۔ سب کے لئے رحمتیں ہیں۔ پھر رحیمیت اگر محنت کی وجہ سے ہے جو جس کام میں محنت کرے اس کا پھل پاتا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے یہ روحانی فیض آپ سے اٹھایا کہ بدوؤں سے بااخلاق ہوئے، تعلیم یافتہ ہوئے اور پھر باخدا ہوئے اور اپنی روحانی کوششوں کے پھل کھائے اور مادی کوششوں کے بھی پھل کھائے۔ پھر اللہ تعالیٰ مالک ہے۔ جزا سزا کے دینے کا مالک ہے۔ اس کا نظارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں فتح مکہ میں دنیا نے دیکھا کہ خون کے پیاسے دشمنوں کو کہا کہ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ۔ آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں ہے۔ آج رحم کا دن ہے۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد 3 صفحہ 141 باب ذکر مغازیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فتح مکۃ شرفھا اللہ تعالیٰ، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت طبع اول 2002ء)

آپ کی رحمت اور بخشش نے تمام دشمنیوں کو بھلا دیا حتی کہ جو شدید دشمن تھے، جو مکّہ سے دوڑ گئے تھے، جنہوں نے دشمنی میں انتہا کی ہوئی تھی ان کو خیال تھا کہ اب ہماری معافی کی کوئی صورت نہیں ہوگی۔ ان کو بھی جب پیغام ملا کہ آپؐ تو مجسم رحمت اور شفقت ہیں اور کسی پر کوئی سختی نہیں ہو گی تو ان کو یقین نہ آیا۔ ان دوڑنے والوں میں سے ایک عکرمہ بھی تھے جن کی بیوی نے عکرمہ کے لئے جان کی اَمان چاہی تو آپ نے فرمایا کہ معاف کیا۔ وہ آپ کے پیچھے گئی یعنی عکرمہ کے پیچھے گئی اور کہا کہ کہیں جانے کی ضرورت نہیں۔ اتنے شریف اور اتنے رحمدل انسان کو چھوڑ کر تم کہاں جا رہے ہو۔ عکرمہ نے کہا میری تمام تر دشمنیوں کے باوجود مجھے معاف کر دیا جائے گا؟ اس کی بیوی نے کہا کہ ہاں تمہیں معاف کر دیا جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو زبردستی مسلمان نہیں کیا بلکہ فرمایا تم لوگ اپنے اپنے مذہب میں رہتے ہوئے مکّہ میں رہ سکتے ہو اور آزاد ہو۔ ہاں ایک شرط ہے کہ قانون کا پابند رہنا پڑے گا۔

(ماخوذ از السیرۃ الحلبیۃ جلد 3 صفحہ 132 باب ذکر مغازیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فتح مکۃ شرفھا اللہ تعالیٰ، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت طبع اوّل 2002ء)

پس ہر حالت میں آپ سے رحم اور رحمت ہی ٹپکی۔ پس یہ ہے وہ رسول جو ہر حالت میں بنی نوع کے لئے شفقت و رأفت اور رحم تھا۔ اس رسول پر الزام لگانے والے الزام لگاتے ہیں کہ نعوذ باللہ دہشتگردی کی تعلیم دی۔ آج اس مجسم رحمت کی طرف منسوب ہونے والوں کو اپنی حالتوں کے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ کیا ان کو یہ اُسوہ اپنے آپ میں نظر آ رہا ہے۔ اگر نہیں تو فکر کرو کہ اس مجسم رحمت کی روح کو تم بے چین کرنے والے ہو۔ اور اے مسیح محمدی کی جماعت میں شامل ہونے والو! آج ہمارا فرض ہے کہ آج اس شفقت و رأفت و رحمت کو دنیا میں عام کر دیں اور دنیا کو بتائیں کہ جس کو تم اپنا دشمن سمجھ رہے ہو اس سے بڑھ کر تمہارا ہمدرد و غمگسار کوئی نہیں ہے۔ آج دنیا کی بقا اس کی آغوش میں آ جانے میں ہے۔ آج مسلمانوں کے تمام مسائل کا حل بھی رحمت للعالمین کی پیروی کرنے میں ہے اور غیر مسلموں کے سکون کے ضامن بھی وہ رحمت للعالمین ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ دنیا کو عقل اور سمجھ آ جائے۔ اللہ تعالیٰ دنیا میں ہمیں بھی اپنے فرائض ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم اپنی زندگیوں میں دنیا میں یہ احساس پیدا ہوتے دیکھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی دنیا کے لئے رحمت للعالمین اور راہ نجات ہیں۔

اب ہم دعا کریں گے۔ اپنی دعاؤں میں جلسے کے ہر لحاظ سے بابرکت ہونے کے لئے دعا کریں کہ ہم اس جلسے سے اس مقصد کو حاصل کرنے والے ہوں جس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ نظام جاری فرمایا تھا۔ ہم اپنے اندر ان دنوں میں وہ حالت پیدا کرنے کی کوشش کریں جو ایک مومن کے لئے ضروری ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والا بناتی ہے۔ ہم اس جلسے میں محبت اور پیار بکھیرنے والے ہوں اور بعد میں بھی اپنی زندگیوں کا اس کو ایک خاصہ بنا لیں۔ جہاں جہاں احمدیوں پر سختیوں کے دن ہیں اللہ تعالیٰ ان جگہوں میں احمدیوں کے لئے آسانیوں کے سامان پیدا فرمائے۔ دنیا کے ہر ملک میں کسی نہ کسی رنگ میں جماعت احمدیہ کا جلسہ منعقد ہو جاتا ہے لیکن پاکستان کے احمدی گزشتہ تیس سال سے اس سے محروم ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے بھی حالات بدلے۔ ظلم و بربریت کا دَور وہاں ختم ہو اور اللہ اور رسول کے نام پر ظلم کرنے والوں کی اصلاح اگر مقدر نہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں ہمارے راستے سے ہٹانے کے جلد سامان پیدا فرمائے اور مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے والے رحمت للعالمین کی حقیقت کو بھی سمجھنے والے ہوں۔ فلسطین کے مسلمانوں کے لئے بھی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کی بھی حفاظت فرمائے اور ہر ظلم سے انہیں بچائے۔ ہر ظلم کرنے سے ان کو محفوظ رکھے۔ اسرائیل کو بھی اپنی تاریخ پر نظر رکھتے ہوئے یاد رکھنا چاہئے کہ ظالمانہ اقتدار کبھی قائم نہیں رہا۔ ان کی بقا بھی اسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں میں شامل ہونے کی کوشش کریں اور آج اس کا ذریعہ مسیح محمدی کو ماننا ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ پر چلتے ہوئے محبت اور رحمت پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے اور تمام مسلمان جو رُوئے زمین پر بستے ہیں مسیح موعود اور مہدی معہود کو مان کر دین واحد پر جمع ہو جائیں۔ اللہ کرے یہ نظارہ ہم اپنی زندگیوں میں دیکھنے والے ہوں۔

اب دعا کرلیں۔ (دعا)

☆☆☆

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم —— جامع جمیع کمالاتِ رُسُل تھے

[انتخاب از خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ 28 دسمبر 1937ء]

’’رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جامع جمیع کمالاتِ رُسُل تھے۔ آپ میں آدمؑ کے کمالات بھی تھے۔ آپ میں نوحؑ کے کمالات بھی تھے۔ آپ میں ابراہیم کے کمالات بھی تھے۔ آپ میں موسیٰؑ کے کمالات بھی تھے اور آپ میں عیسیٰؑ کے کمالات بھی تھے۔ اور پھر ان سب کمالات کو جمع کرنے کے بعد آپؐ میں خالص محمدیؐ کمالات بھی تھے۔ گویا سب نبیوں کے کمالات جمع تھے اور پھر اس سے زائد آپؐ کے ذاتی کمالات بھی تھے۔

دین اسلام۔ جامع جمیعِ ادیان

پس جو دین آپ لائے وہ جامع جمیع ادیان ہؤا اور اس کی موجودگی میں باقی مذاہب میں سے کسی مذہب کی پیروی کی ضرورت نہ رہی۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مسلمانوں کو بشارت دی اور فرمایا۔ اَلۡیَوۡمَ یَئِسَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ دِیۡنِکُمۡ فَلَا تَخۡشَوۡھُمۡ وَاخۡشَوۡنِ۔ اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَرَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا (المائدۃ: 4) کُفّار مایوس ہو گئے ہیں کہ اب اس دین پر غالب آنا ناممکن ہے اور وہ اس کے مقابلہ میں کچھ نہیں لا سکتے۔ پس یہ خیال اب نہیں ہو سکتا کہ کافر اپنے زور سے جیت جائیں۔ ہاں یہ خیال ہر وقت ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے غافل ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ اپنی مدد واپس لے لے۔ پس اس سے ڈرو اور یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ قرآن کی موجودگی میں تم پر کافر کبھی فتح نہیں پا سکتا۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ تم قرآن چھوڑ دو اور گر جاؤ۔ پس فَلَا تَخۡشَوۡھُمۡ وَاخۡشَوۡنِ۔ ان سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو۔

اب سوال یہ ہے کہ کفّار کیوں مایوس ہو گئے؟ اس کا جواب یہ دیا کہ (1) دین مکمل کر دیا گیا ہے۔

اِکمال دین سے مراد

اِکمال دین سے مراد شریعت کا نزول اور اس کا قیام ہے کیونکہ عمل میں آ جانے سے دین مکمل ہوتا ہے۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے جیسے طبّی مدارس کے سب طالب علم سرجری کی کتابیں تو پڑھتے ہی ہیں مگر کتابیں پڑھنے سے انہیں آپریشن کرنا نہیں آتا بلکہ عمل کرنے سے آتا ہے۔

ہمارے ملک میں ایک لطیفہ مشہور ہے کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ جو گزشتہ صدی میں پنجاب کے بادشاہ تھے ان کے دربار میں ایک دفعہ دِلّی کا کوئی حکیم آیا جو گو علمِ طبّ خوب پڑھا ہؤا تھا مگر اسے تجربہ ابھی حاصل نہیں تھا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کا ایک وزیر ایک مسلمان تھا جو طبیب بھی تھا اس لئے علاوہ وزارت کے طب کا کام بھی اس سے لیا جاتا تھا بلکہ اس پُر آشوب زمانہ میں اِسی فن کی وجہ سے وہ بچا ہؤا تھا۔ نو وارد طبیب نے وزیر سے اپنی سفارش کے لئے استدعا کی اور وزیر نے بوجہ اپنی شرافت کے اس سے انکار نہ کیا بلکہ مہاراجہ کی خدمت میں اسے پیش کر دیا۔ مگر ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ حضور علم طب ان حکیم صاحب نے خوب حاصل کیا ہؤا ہے اگر حضور نے پرورش فرمائی تو حضور کے طفیل انہیں تجربہ بھی حاصل ہو جائے گا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ بہت ذہین آدمی تھا فوراً حقیقت کو تاڑ گیا اور کہا کہ وزیر صاحب یہ دہلی سے آئے ہیں جو شاہی شہر ہے۔ ان کی قدر کرنا ہم پر فرض ہے۔ مگر کیا تجربہ کے لئے انہیں غریب رنجیت سنگھ کی جان ہی نظر آئی ہے؟ انہیں دس ہزار روپیہ انعام دے دو اور رخصت کرو کہ کہیں اور جا کر تجربہ کریں۔

یہ ایک لطیفہ ہے مگر اس میں یہ سبق ہے کہ بغیر تجربہ میں آنے کے علم کسی کام کا نہیں ہوتا اور شریعت کا علم اس سے باہر نہیں ہے۔ تو شریعت بھی جب تک عمل میں نہ آئے اس کی تفصیلات کا پتہ نہیں چلتا اور وہ مکمل نہیں ہوتی۔ پس اِتمام دین سے مراد یہ ہے کہ احکامِ دین نازل ہو جائیں اور پھر وہ عمل میں بھی آ جائیں۔

(2) اسی طرح فرمایا کفّار اس لئے مایوس ہو گئے ہیں کہ اِتمامِ نعمت ہو گیا اور اِتمامِ نعمت اس طرح ہوتا ہے کہ فیض جسمانی و روحانی کا کامل اِفاضہ ہو اور ہر دو انعامات حاصل ہو جائیں اور جب کسی شخص کو کسی کام کا نتیجہ مل جائے تو وہ اس کے سچا ہونے میں شک کر ہی نہیں سکتا۔

اگر ایک کالج کی تعلیم کے بعد ڈگری مل جائے یا ایک محکمہ کی سروس کے بعد سرکار سے انعام مل جائے تو کون شک کر سکتا ہے کہ وہ کالج جھوٹا ہے یا وہ محکمہ فریب ہے۔ اسی طرح جب کسی دین پر عمل کرنے کے نتیجہ میں جسمانی اور روحانی دونوں فیوض حاصل ہونے لگیں اور اس طرح اتمامِ نعمت انسان پر ہو جائے تو کون اس کی سچائی سے انکار کر سکتا ہے۔

نعمت کیا ہے؟

اب ہم قرآن کریم سے ہی دیکھتے ہیں کہ نعمت کیا ہے؟ قرآن کریم فرماتا ہے: وَاِذۡ قَالَ مُوۡسٰی لِقَوۡمِہٖ یٰقَوۡمِ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَۃَ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ اِذۡ جَعَلَ فِیۡکُمۡ اَنۡۢبِیَآءَ وَجَعَلَکُمۡ مُّلُوۡکًا وَّاٰتٰىکُمۡ مَّا لَمۡ یُؤۡتِ اَحَدًا مِّنَ الۡعٰلَمِیۡنَ (المائدۃ: 21) یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! خدا تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم پر کی کہ اس نے تم میں سے نبی بنائے اور پھر تمہیں بادشاہت بھی دی اور پھر تمہیں وہ تعلیم دی جو پہلے تمہیں معلوم نہ تھی۔

اس سے معلوم ہؤا کہ نعمت سے مراد اجرائے نبوت، بادشاہت اور دوسرے مذاہب سے افضل تعلیم ہے کیونکہ جَعَلَ فِیۡکُمۡ اَنۡۢبِیَآءَ سے اجرائے نبوت کا ثبوت ملتا ہے۔ جَعَلَکُمۡ مُّلُوۡکًا سے بادشاہت کا اور وَّاٰتٰىکُمۡ مَّا لَمۡ یُؤۡتِ اَحَدًا مِّنَ الۡعٰلَمِیۡنَ سے اس امر کا کہ ایسی تعلیم ملے جو دوسرے مذاہب سے افضل ہو اور انسان اس پر فخر کر سکے۔

سلطنت کا وجود بعض مذاہب کے لئے ضروری ہے

اب اگر کوئی کہے کہ بادشاہت کیونکر مذہبی لحاظ سے دینی نعمت ہے؟ تو اِس کا جواب یہ ہے کہ جن مذاہب میں شریعت کا دائرہ سیاسیات اور تمدّنی احکام تک وسیع ہوتا ہے ان کے لئے بادشاہت ضروری ہے۔ اگر بادشاہت نہ ہو تو ان احکامِ دین کا اجراء کس طرح ہو جو سیاسیات اور تمدّن وغیرہ سے متعلق ہیں۔

پس یہاں بادشاہت سے مراد وہ بادشاہت نہیں جو دین سے خالی ہو۔ وہ تو ایک لعنت ہوتی ہے۔ یہاں بادشاہت سے مراد وہ بادشاہت ہے جو احکامِ شرعیہ کو جاری کرے۔ جیسے داؤدؑ کو بادشاہت ملی یا سلیمانؑ کو بادشاہت ملی اور انہوں نے اپنے عمل سے شریعت کے سیاسی اور تمدّنی احکام کا اجراء کر کے دکھا دیا۔ پس جس شریعت کے دائرہ میں تمدّنی اور سیاسی احکام ہوتے ہیں اسے لازماً ابتدا ہی میں بادشاہت بھی دی جاتی ہے کیونکہ اگر بادشاہت نہ دی جائے تو شریعت کے ایک حصّہ کا سمجھنا لوگوں کے لئے مشکل ہو جائے۔

چنانچہ دیکھو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ خدا نے بادشاہت عطا فرما دی تھی ہمیں جب کسی مسئلہ میں شبہ پڑتا ہے ہم یہ دیکھ لیتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کام کس طرح کیا تھا۔ اس طرح سنّت ہماری مشکلات کو حل کر دیتی ہے۔ لیکن اگر بادشاہت آپؐ کو حاصل نہ ہوتی تو سیاسی، قضائی اور بہت سے تمدّنی معاملات میں صرف آپ کی تعلیم موجود ہوتی، آپؐ کے عمل سے اس کی صحیح تشریح ہمیں نہ معلوم ہو سکتی۔ پس یہ بات ضروری ہے اور سنّت اللہ اسی طرح جاری ہے کہ ایسی شریعت جو سیاست اور تمدّن پر حاوی ہو اس کے ابتدا ہی میں بادشاہت حاصل ہو جائے۔ پس جَعَلَکُمۡ مُّلُوۡکًا سے مراد وہی بادشاہت ہے جو احکامِ دین کے اجراء کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی جاتی ہے اور جس کا نِفاذ بسا اوقات غیر مأمور خلافت کے ذریعہ سے بھی کرایا جاتا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ فرمایا کہ تم کو مأمور خلافت، غیر مأمور خلافت اور افضل شریعت مل گئی اور یہ انعام ہے۔

پس جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرمایا کہ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ تو

اس کے معنی یہ ہوئے کہ (1) آپ کی اُمّت میں اجرائے نبوت رہے گا۔ (2) اجرائے خلافتِ حقّہ ہوگا۔ (3) اور آپ کو افضل تعلیم دی گئی ہے۔

پھر آپؐ کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ (الحجر: 10) کہ جو تعلیم تجھ پر نازل ہوئی ہے اس میں کسی کا دخل نہیں وہ لفظی الہام ہے اور ہم اس کی حفاظت کرتے رہیں گے۔ پس جس تعلیم کی حفاظت کی جائے اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ آئندہ بھی افضل رہے گی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰیَۃٍ اَوۡ نُنۡسِہَا نَاۡتِ بِخَیۡرٍ مِّنۡہَاۤ اَوۡ مِثۡلِہَا (البقرۃ: 107) اگر کوئی کلام منسوخ ہو تو اس سے بہتر لایا جاتا ہے جس سے یہ بھی نکلتا ہے کہ جس کلام کو منسوخ نہ کیا جائے اس سے بہتر اور کوئی کلام نہیں۔

پس معلوم ہؤا کہ قرآن کریم نہ صرف گزشتہ تمام الہامی کتابوں سے افضل ہے بلکہ ہمیشہ افضل رہے گا اور اس کی تنسیخ کا کبھی سوال ہی پیدا نہیں ہوگا۔

قرآن کریم اور باقی الہامی کتب کی ایسی ہی مثال ہے۔ جیسے کابل میں بھی حکومت کے وہی شعبے ہیں جو حکومت برطانیہ کے شعبہ جات ہیں لیکن حکومتِ کابل کے مقابلہ میں حکومت برطانیہ زیادہ مضبوط اور زیادہ مفید کام کرنے والی ہے۔ اسی طرح گو باقی الہامی کتب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئیں مگر قرآن کریم کی تعلیم ان سب سے زیادہ اعلیٰ ہے اور ہمیشہ اعلیٰ رہے گی۔

اسلام کا اِنقلابِ عظیم

پس ان دو آیتوں سے اس اِنقلابِ عظیم کا پتہ لگ گیا جو اسلام کے ذریعہ سے ہؤا۔ یعنی (1) اجرائے نبوت (2) اجرائے خلافت (3) افضل تعلیم۔

اگر کہا جائے کہ یہی لفظ موسیٰ کی نسبت آئے ہیں۔ پھر موسیٰ کی تعلیم سے یہ بڑھ کر کیونکر ہوئی؟

تو اِس کا جواب یہ ہے کہ اس دلیل سے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰیَۃٍ اَوۡ نُنۡسِہَا نَاۡتِ بِخَیۡرٍ مِّنۡہَاۤ اَوۡ مِثۡلِہَا (البقرۃ: 107) جو تعلیم پہلی تعلیم کو منسوخ کر دے وہ اس سے بہتر ہوتی ہے۔ چونکہ محمدی تعلیم نے موسوی تعلیم کو منسوخ کر دیا ہے اس لئے اس کُلّیہ کے مطابق وہ اس سے افضل ہے۔

اب سوال ہوسکتا ہے کہ یہ تو ہوئی نعمت۔ مگر آیت میں تو اِتمامِ نعمت کا ذکر ہے۔ پس خدا تعالیٰ نے نعمت تو دی مگر اِتمامِ نعمت کیونکر ہوئی؟

تو اِس کا جواب اِس آیت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیۡنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیۡقًا (النساء: 70) کہ وہ لوگ جو خدا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین میں شامل کرے گا۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ نزول شرائع کے بعد یہ نقص جو پیدا ہو جاتا ہے کہ لوگ شریعت کو بُھول جاتے ہیں اور تعلیم باوجود موجود ہونے کے بیکار ہو جاتی ہے اس سے گو کسی تعلیم کی افضلیت کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور یہ خود بندوں کے اختیار میں ہوتا ہے کہ وہ اس پر عمل کریں یا نہ کریں لیکن چونکہ اس قسم کی بیماری کا خطرہ ہر وقت ہوسکتا ہے اس لئے ہم بتا دیتے ہیں کہ ایسے خطرہ کے اوقات میں اسلام کو باہر سے کسی کی امداد کی ضرورت نہ ہوگی بلکہ خود یہی تعلیم اپنے نقص کا علاج پیدا کرلے گی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کا نقص خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شاگردی کے ذریعہ سے دُور ہو جائے گا۔

اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ تعلیم کے بھول جانے کا علاج موسیٰ کے وقت میں بھی ہؤا۔ مگر اُس وقت باہر سے طبیب بھیجا جاتا تھا یعنی ایسا شخص کھڑا کیا جاتا تھا جو گو اُمّتِ موسوی میں سے ہی ہوتا مگر مقامِ نبوت اسے براہِ راست حاصل ہؤا کرتا تھا۔ لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت سے یہ وعدہ کیا گیا ہے کہ جب کبھی اس میں کوئی نقص پیدا ہو، آپؐ کا کوئی غلام ہی اس نقص کو دور کرنے کے لئے کھڑا ہو جائے گا۔ گویا آئندہ جو مرض پیدا ہوگا اس کا علاج محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے ہی نکل آئے گا۔“

(انقلاب حقیقی، انوار العلوم جلد 15 صفحہ 71 تا 75)

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل ۲۰ فروری ۲۰۱۵)

★★★

دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلینؐ

پاکیزہ منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیںؐ
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
دے چکے دل اب تنِ خاکی رہا
ہے یہی خواہش کہ ہو وہ بھی فِدا
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوف عقاب
سخت شور اُوفتاد اندر زمیں
رحم کُن بَر خَلق اے جاں آفریں
کچھ نمونہ اپنی قدرت کا دکھا
تجھ کو سب قدرت ہے اے رب الوریٰ

(ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ 764، مطبوعہ 1891، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 513)

ظہور خیر الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

اِک رات مفاسد کی وہ تیرہ و تار آئی — جو نور کی ہر شمع ظلمات پہ وار آئی
تاریکی پہ تاریکی اندھیرے پہ اندھیرے — ابلیس نے کی اپنے لشکر کی صف آرائی
ہر سمت فساد اُٹھا عصیان میں ڈوب گئے — ایرانی و فارانی رومی و بخارائی
اللہ رہا کوئی نہ کوئی پیام اُس کا
طاغوت کے بندوں نے ہتھیا لیا نام اُس کا
تب عرشِ معلّیٰ سے اِک نور کا تخت اُترا — اِک فوج فرشتوں کی ہمراہ سوار آئی
اِک ساعتِ نورانی خورشید سے روشن تر — پہلو میں لئے جلوے بے حد و شمار آئی
کافور ہوا باطل سب ظلم ہوئے زائل — اُس شمس نے دکھلائی جب شانِ خود آرائی
ابلیس ہوا غارت چوپٹ ہوا کام اُس کا
توحید کی یورش نے در چھوڑا نہ بام اُس کا

تقریر جلسہ سالانہ قادیان دسمبر 2014ء

سیرت آنحضرت ﷺ —— پسماندہ طبقات سے آپ ﷺ کا حُسن سلوک

مکرم محمد انعام غوری صاحب (ناظر اعلیٰ وامیر مقامی قادیان)

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ

(الحجرات:14)

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ (سورۃ توبہ: 128)

ان آیات کا ترجمہ یہ ہے کہ:

اَے لوگو! یقیناً ہم نے تمہیں نَر اور مادہ سے پیدا کیا ہے اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بلاشبہ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزّز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ یقیناً اللہ دائمی علم رکھنے والا (اور) ہمیشہ باخبر ہے۔

یقیناً تمہارے پاس تمہی میں سے ایک رسول آیا۔ اُسے بہت شاق گزرتا ہے جو تم تکلیف اُٹھاتے ہو (اور) وہ تم پر (بھلائی چاہتے ہوئے) حریص (رہتا) ہے۔ مومنوں کے لئے بیحد مہربان (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت سے قبل عرب میں باقاعدہ کوئی حکومت نہیں تھی۔ قبائلی نظام تھا اور گویا جنگل کا قانون تھا۔ انسانی حقوق کا تو کوئی تصوّر ہی نہ تھا بس جس کی لاٹھی اُسی کی بھینس کا اُصول نافذ تھا۔ عورتیں، غلام اور لونڈیاں یہ سب کمزور طبقات، ملکیت کے زُمرے میں شمار ہوتے تھے۔

پھر آنحضرت ﷺ کا بچپن بھی اور جوانی بھی بڑی غربت کی حالت میں گزری۔ اپنے گرد و پیش میں یتامیٰ، بیوگان، غلاموں اور لونڈیوں کی کسمپرسی کے حالات دیکھتے تو اپنی یتیمی اور غربت کو بھول جاتے ان لوگوں کی دادرسی کرنا چاہتے مگر وسائل نہیں تھے۔ پھر وہ وقت آیا جب آپ ﷺ کی شادی مکّہ کی امیر ترین خاتون حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوگئی انہوں نے آپ ﷺ کے اخلاق کریمانہ سے متأثر ہو کر اپنا مال اور غلام سب کچھ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ بس پھر کیا تھا، آپ ﷺ نے تمام غلام آزاد کر دیئے اور سارا مال مکّہ کے مظلوم اور پسماندہ طبقے میں تقسیم کر دیا۔ پہلے تو آپ ﷺ کی ذات غربت کا شکار تھی اب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی اِس حالت میں شریک ہوگئیں۔

مظلوم غلاموں اور قیدیوں کے ساتھ حُسنِ سلوک

آنحضرت ﷺ کی سیرت طیّبہ کا ایک نہایت روشن باب ہے۔ اِسکی مختصر تفصیل پیش کرتا ہوں۔ اُس زمانہ میں مُلک عرب کیا، ہر مہذب ملک میں مفتوح اقوام کے قیدیوں کو غلام بنانے کا رواج عام تھا۔ اور پھر بغیر جنگ و جدال کے ویسے بھی غریب و بے سہارا مَردوں اور عورتوں کو بیچ دینا اور غلام بنا لینے کا ظالمانہ طریق چلا آ رہا تھا۔ وہ لوگ جو بدقسمتی سے ایک دفعہ غلام بن جاتے، ہر قسم کے سماجی حقوق سے محروم کر دیئے جاتے تھے اور وہ نسلاً بعد نسلٍ غلام ہی رہتے۔ بازاروں میں جنس اور غلّے کی طرح فروخت کئے جاتے اور بلا چون و چرا اپنے آقاؤں کی ذلت آمیز سختیاں برداشت کرنے پر مجبور ہوتے۔ اور دُنیا خاموش تماشائی بن کر اِن کی مظلومیت کا نظارہ کرتی۔ مگر وائے حسرت کہ کوئی بھی ان کا حامی و مددگار نہ تھا حتیٰ کہ وہ رحمۃ للعٰلمین، وہ کمزور طبقوں کا حامی و مددگار، وہ اسیروں اور غلاموں کو آزادی دلانے والا اور اُن کو ظلموں سے نجات دلانے والا تشریف لاتا ہے۔ اور یہ اعلان فرماتا ہے کہ:-

''جو شخص کسی آزاد شخص کو بیچتا ہے اُسے جنّت کی ہوا تک نہیں چھوئے گی۔''

(بخاری کتاب البیع)

اور جنگی قیدی بنانے کے متعلق قرآنی ارشاد سُنایا کہ: ''سوائے اس کے کہ خونریز جنگ ہو بلا وجہ کسی کو قیدی بنانا جائز نہیں۔''

(سورۃ انفال:68)

پھر جنگ کی صورت میں جو لوگ قیدی بن کر آئیں اُن کو ارشاد ربّانی کے تحت بطور احسان آزاد کرنا یا پھر زرِ فدیہ لے کر رہا کرنا لازمی قرر دیا (سورۃ محمد: آیت 5)

اسی طرح جنگی قیدیوں اور غلاموں کی آزادی کے لئے آپ ﷺ نے ایک آسان طریق یہ جاری فرمایا کہ اگر کوئی قیدی یا غلام چاہے تو مالک سے عقد مکاتبت کر لے اور ایک رقم معین کر کے آزاد ہو جائے اور آزادانہ طور پر کما کر یہ رقم اقساط میں ادا کر کے مکمل رہائی حاصل کر لے۔

پھر قرآن کریم میں کئی قسم کی خطاؤں اور لغزشوں کے کفارہ کے طور پر غلاموں کو آزاد کرنے کی تحریک فرما کر غلاموں کی آزادی کی راہیں نکالی گئیں۔

نیز معاشرہ میں غلاموں کو آزاد شہری کے برابر درجہ دینے اور اُن کی عزّت نفس قائم کرنے کے لئے آنحضرت ﷺ نے اُنہیں 'عَبْدِیْ'' یعنی میرا غلام اور ''اَمَتِیْ'' یعنی میری لونڈی کہکر پکارنے کی بجائے ''فَتَائِیْ'' یعنی میرا لڑکا اور ''فَتَاتِیْ'' یعنی میری لڑکی کہکر پکارنے کی تاکید فرمائی۔ (بخاری)

صرف تعلیم اور ہدایات ہی نہیں دیں بلکہ اپنے عملی نمونوں سے اس کمزور اور مظلوم طبقے کی اس رنگ میں دلداری اور عزّت افزائی فرمائی کہ آزاد طبقہ بھی اِن پر رشک کرنے لگا۔ وقت کی رعایت کے مطابق چند واقعات پیش کرتا ہوں۔

۞ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، حضرت اُمّ المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے۔ جب انہوں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا تو آپ ﷺ نے ان کو آزاد کر کے اپنا متبنّیٰ (یعنی منہ بولا بیٹا) بنالیا۔ اور اس قدر محبت اور شفقت کا سلوک فرمایا کہ جب زید کے حقیقی والدین تلاش کرتے کرتے ان کو لینے آئے تو باوجود اس کے کہ آنحضرت ﷺ نے اُنہیں اپنے والدین کے ساتھ جانے کا اختیار دیدیا تھا۔ مگر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اپنے والدین کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں رہنے کو ترجیح دی۔

پھر آنحضرت ﷺ کی مزید شفقت دیکھیئے کہ اُس آزاد کردہ غلام کو نہ صرف بیٹا بنالیا بلکہ اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب سے شادی بھی کر دی تھی۔ جب بعض وجوہات کی بناء پر یہ شادی کامیاب نہ ہوسکی تو پھر اُمِّ ایمن سے اُن کی شادی کروادی جن سے اُسامہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور اُن سے بھی ایسا پیارا ور شفقت کا سلوک فرمایا کہ اپنے نواسے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس غلام زادے اُسامہ کو بھی گود میں لے کر دعا کرتے کہ اے اللہ مَیں ان سے محبت کرتا ہوں تُو بھی ان سے محبت کر

(بخاری)

۞ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے ایک خادم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کا بیان ہے کہ مَیں نے دس (سال) تک رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی ہے۔ آپ ﷺ نے کبھی مجھے اُف تک نہیں کہا۔ کسی کام کے لئے جو مَیں نے کیا آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ کیوں کیا۔ اور نہ کسی کام کے لئے جو مَیں نے نہ کیا اور چھوڑ دیا ہو، آپ ﷺ نے یہ (نہیں) فرمایا کہ یہ کیوں نہیں کیا۔

(بخاری)

۞ ایک خادم ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ کی خدمات سے خوش ہو کر نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا مانگ لو جو مانگنا ہے۔ اُس خوش نصیب خادم نے بھی کیا خوب مطالبہ کیا۔ عرض کیا یا رسول اللہ! جنّت میں آپ کی رفاقت چاہیئے۔ فرمایا کُچھ اور مانگ لو۔ عرض کیا یہی بس ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو پھر سجدوں اور دعاؤں سے میری مدد کرو تا تمہاری یہ خواہش پوری ہو جائے۔

غلاموں اور خادموں سے حُسنِ سلوک کے متعلق آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد کمزور طبقے کی کسقدر عزّت نفس قائم کرنے والا ہے، فرمایا اے مسلمانو!

إِنَّ إِخْوَانَكُمْ خَوَلُكُمْ جَعَلَهُمُ اللَّهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ فَمَنْ كَانَ أَخُوهُ تَحْتَ يَدِهِ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ وَلَا تُكَلِّفُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَإِنْ كَلَّفْتُمُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَأَعِينُوهُمْ ۔

(بخاری کتاب العتق)

یعنی تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں (اللہ نے ان کو تمہارے قبضے میں دے دیا ہے)۔ پس جب کسی شخص کے ماتحت کوئی غلام ہو تو اُسے چاہیئے کہ اُسے وہی کھانا دے جو وہ خود کھاتا ہے اور وہی لباس دے جو وہ خود پہنتا ہے۔ اور تم اپنے غلاموں کو ایسا کام نہ دیا کرو جو اُن کی طاقت سے زیادہ ہو۔ اور اگر کبھی ایسا کام دو تو پھر اس کام میں خود اُن کی مدد کیا کرو۔

چنانچہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان ارشادات اور عملی نمونوں کی آپ کے صحابہ کرام پوری اطاعت و فرمانبرداری کرتے۔ حضرت ابوذرؓ نے ایک پوشاک زیب تن کی ہوئی تھی جبکہ اُن کے غلام نے بھی ویسی ہی پوشاک پہنی ہوئی تھی۔ اسی طرح صحابہ کرام اپنے غلاموں کے ساتھ کہیں سفر پر جاتے اور سواری ایک ہوتی تو باری باری خود بھی سوار ہوتے اور غلاموں کو بھی سوار کراتے اور خود پیدل چلتے۔

یتامیٰ سے حسن سلوک

معاشرہ کا ایک کمزور طبقہ اُن یتامیٰ کا ہوتا ہے جن کے والد یا والدین دونوں کم عمری میں فوت ہو جاتے ہیں اس طبقے کے سرخیل تو خود ہمارے آقا و مطاع حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والا صفات ہے جن کی پیدائش سے قبل والد ماجد کا سایہ اُٹھ گیا اور والدہ کی شفقت و تربیت سے بھی صرف چھ سال نصیب ہوئے۔ اس کے بعد دادا اور پھر چچا کی کفالت میں عہد طفولیت سے عہد جوانی میں قدم رکھا۔ جہاں تک آپؐ کی ذات بابرکات کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ خود آپؐ کا کفیل و نگہبان تھا جیسا کہ فرمایا۔ اَلَمۡ یَجِدۡکَ یَتِیۡمًا فَاٰوٰی۔ کہ اے میرے حبیب تجھ کو یتیم پایا تو مناسب کفالت کے سامان بھی کر دیئے۔ تاہم ایک یتیم بچے کی سرپرستی کرنے والے کتنا ہی خیال رکھنے والے کیوں نہ ہوں ماں باپ کا بدل تو نہیں ہو سکتے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یتامیٰ کی خبر گیری اور اُن کے جذبات اور احساسات کا خیال رکھنے کی بہت تاکید فرماتے۔ قرآن کریم کے 33 مقامات پر یتامیٰ کے حقوق کے تحفظ و نگہداشت کی تاکید اور اُصول بیان فرمائے گئے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ کے حوالے سے آپؐ کے چند ارشادات اور واقعات پیش کرتا ہوں:

یتامیٰ کی بہتر پرورش کرنے والے کو خوشخبری دیتے ہوئے فرمایا کہ میں اور یتیم کا پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح اکٹھے رہیں گے جس طرح میری یہ دو انگلیاں باہم ملی ہوئی ہیں اور اپنی درمیانی اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا اور دونوں کے درمیان تھوڑا فاصلہ رکھا۔ (بخاری)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ (نے) خطبہ جمعہ فرمودہ 29 جنوری 1999ء میں اس حدیث کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا تھا:

’’یہ فاصلہ والی بات بہت پیاری لگی ہے۔ ہو گا تو قریب لیکن درمیان میں ایک فاصلہ ہو گا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُس کے درمیان فاصلے کی حکمتوں میں ایک تو مرتبے کا فرق تو ہے ہی دوسرے یہ کہ کوئی یتیم کی کفالت ایسے نہیں کر سکا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی۔ پس اگر اور ساری باتیں چھوڑ بھی دو، سارے مراتب کو ایک طرف رکھ دو، تو کفالت یتیم کے تعلق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کوئی قریب بھی نہیں پھٹکتا۔ یہ آپؐ کا احسان ہے کہ اُسے اپنے قریب ظاہر فرمایا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مری سُنّت پر عمل کرنے والا ہے اس لئے میرے قریب ہے۔

✷ حضرت جعفر بن ابی طالب کی وفات کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے گھر تشریف لے گئے۔ اپنے بھائی کے بچوں کو بلوایا جو بالکل چھوٹے چوزوں کی طرح تھے، ان بچوں کے بال پراگندہ تھے، آپؐ نے نائی کو بُلوایا اور ان کے بال صاف کروائے۔

(ابوداؤد)

اس کے بعد مسلسل ان کے گھر تشریف لے جاتے رہے۔ ان کے بچوں کو اپنے ساتھ لے جاتے۔ جب بھی ان کی والدہ بچوں کی یتیمی اور ضروریات کا ذکر کرتیں تو آپؐ اُنہیں تسلّی دیتے کہ ان پر کچھ خوف نہ کریں دنیا و آخرت میں ان کا ولی میں ہوں۔ (مسند احمد)

✷ مسند احمد بن حنبل جلد نمبر 1 صفحہ 7 (مطبوعہ بیروت) پر ایک حدیث درج ہے حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک دفعہ یہ شعر حضرت ابوبکرؓ کے سامنے پڑھے

وَاَبۡیَضَ یُسۡتَسۡقَی الۡغَمَامُ بِوَجۡہِہٖ
رَبِیۡعُ الۡیَتَامٰی عِصۡمَۃً لِّلۡاَرَامِلِ

یعنی وہ سفید نورانی چہرے والا شخص جس کے منہ کا واسطہ دے کر بادل سے بارش طلب کی جاتی ہے۔ یتیموں کے لئے موسمِ بہار اور بیواؤں کی عزّت کا محافظ ہے۔

اس پر حضرت ابوبکرؓ بے اختیار پکار اُٹھے۔ بخدا وہ تو محمد رسول اللہ ہیں۔ بخدا وہ تو محمد رسول اللہ ہیں۔

اسی طرح ایک اور حدیث مسند احمد بن حنبل سے ہی لی گئی ہے۔ حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’جس نے یتیم بچے اور بچی کے سر پر محض اللہ تعالیٰ کی خاطر دست شفقت پھیرا اُس کے لئے ہر بال کے عوض جس پر اُس کا مشفق ہاتھ پھرے۔ نیکیاں ہوں گی۔‘‘

مراد یہ ہے کہ اُس یتیم کا سرپرست بنا اور اُسکی ضروریات کا خیال رکھا اور اُن کو پورا کرنے کی کوشش کی تو اُس کے مطابق اُس کو نیکیاں ملیں گی۔

✷ حضرت ابوھُریرہؓ کی روایت ہے کہ ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اُحَرِّجُ حَقَّ الضَّعِیۡفَیۡنِ الۡیَتِیۡمِ وَالۡمَرۡأَۃِ‘‘ کہ اَے اللہ تو گواہ رہ کہ میں دو ناتواں یعنی یتیم اور عورت کے حقوق دبانے کو حرام قرار دے رہا ہوں۔ (ابن ماجہ)

یتامیٰ کے اموال کی حفاظت کے لئے قرآن کریم نے بہت تاکید فرمائی ہے اور جو ان کے حقوق کو غصب کرتے ہیں اُن کے لئے سخت وعید آئی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاٰتُوا الۡیَتٰمٰۤی اَمۡوَالَہُمۡ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الۡخَبِیۡثَ بِالطَّیِّبِ ۪ وَلَا تَاۡکُلُوۡۤا اَمۡوَالَہُمۡ اِلٰۤی اَمۡوَالِکُمۡ ؕ اِنَّہٗ کَانَ حُوۡبًا کَبِیۡرًا (النساء:3)

اور یتامیٰ کو اُن کے اموال دو اور خبیث چیزیں پاک چیزوں کے تبادلہ میں نہ لیا کرو اور اُن کے اموال اپنے اموال سے ملا کر نہ کھا جایا کرو یقیناً یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

نیز فرمایا:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَاۡکُلُوۡنَ اَمۡوَالَ الۡیَتٰمٰی ظُلۡمًا اِنَّمَا یَاۡکُلُوۡنَ فِیۡ بُطُوۡنِہِمۡ نَارًا ؕ وَسَیَصۡلَوۡنَ سَعِیۡرًا (النساء:10)

یقیناً وہ لوگ جو یتامیٰ کے اموال ناحق اور ازراہِ ظلم کھا جاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں محض آگ جھونکتے ہیں اور وہ یقیناً بھڑکتی ہوئی آگ میں پڑیں گے۔

✷ حضرت عمرو بن شعیب اپنے دادا کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ میرے پاس مال نہیں ہے مگر ایک یتیم کا کفیل ہوں۔

اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنے زیر کفالت یتیم کے مال سے کھا لو مگر اسراف اور فضول خرچی کئے بغیر۔

(مسند احمد بن حنبل جلد نمبر 2)

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو جس جگہ آپ کی اونٹنی آ کر رُکی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسی جگہ قیام کا فیصلہ فرمایا بعد میں معلوم ہوا کہ یہ جگہ دو غریب یتیم بھائیوں سہل اور سہیل کی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارادے کا علم پا کر ان دونوں نے درخواست کی کہ وہ یہ جگہ ہبہ کرنا چاہتے ہیں۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پیشکش کو منظور نہیں فرمایا بلکہ اُس جگہ کی قیمت ادا کر کے استعمال فرمائی تاکہ غربت کی وجہ سے ان غریب یتیم بچوں کو تکلیف نہ پہنچے۔

پھر اسی جگہ پر مسجد نبوی کی تعمیر عمل میں آئی۔

حضرت ابوھُریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں کے گھروں میں سب سے بہترین گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جاتا ہے اور سب سے بدترین گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ بُرا سلوک ہوتا ہے۔ (سُنن ابن ماجہ کتاب الادب باب حق الیتیم)

طبقہ نسواں سے حُسنِ سلوک

بعثت نبویؐ سے قبل نہ صرف ملک عرب میں بلکہ ساری دُنیا میں عورتوں کے حقوق اور اُن کے جذبات و احساسات کو انتہائی بے دردی کے ساتھ پامال کیا جاتا تھا۔

عربوں میں تو لڑکی کی پیدائش ہی کو منحوس سمجھا جاتا تھا اور جس کے گھر بیٹی پیدا ہوتی وہ قوم سے مُنہ چھپائے پھرتا تھا حتیٰ کہ بعض بدبخت اور سنگدل اپنی نوعمر بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے۔ اور جو زندہ رہ جاتیں

تو محض مَردوں کی خدمت کرنا ہی اُن کے نصیب میں رہ جاتا۔ ایک ایک مَرد جتنی چاہے شادیاں کرسکتا تھا۔ کوئی حدو حساب نہ تھا۔ الغرض عورت کی حالت مثل جوتی کے تھی جب دل میں آیا بدل لی۔

ایسے دور میں وہ محسن انسانیت اس کمزور طبقہ کا حامی و مددگار بن کر ظاہر ہوتا ہے۔ ایک عورت کی بنیادی طور پر تین ہی حیثیتیں ہوتی ہیں بیٹی، بیوی اور ماں۔ حضرت رسول کریم ﷺ نے ان تینوں حیثیتوں کے لحاظ سے عورتوں کے حقوق کی حفاظت فرمائی ہے۔

لڑکیوں کی بہترین تعلیم و تربیت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا جس نے دو بیٹیوں کی اچھے رنگ میں تربیت کی وہ اور مَیں قیامت کے روز اسطرح اکٹھے ہوں گے جس طرح دو انگلیاں آپس میں ملی ہوئی ہوتی ہیں۔ (مُسلم)

بیوی سے حُسنِ سلوک کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ سلوک کرنے میں بہتر ہے پھر اپنا نمونہ دکھاتے ہوئے فرمایا اَنَا خَیْرُکُمْ لِاَھْلِیْ دیکھو میں اپنے اہل کے ساتھ سلوک کرنے میں تم سب سے بہتر ہوں۔ (ترمذی)

ماں کی عزت وتکریم اس حد تک قائم فرمائی کہ فرمایا جنّت تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے، یعنی خُدا کی رضا کی جنّت حاصل کرنا چاہتے ہو تو ماں کی خدمت کرکے حاصل کرسکتے ہو۔

پھر ہر حیثیت میں عورت کو وراثت میں حصہ دار بنایا۔ اور مَرد کو یہ حق نہیں دیا کہ اُس کی مرضی کے بغیر اُس کے مال میں تصرف کرے۔

اور پھر اسقدر عورتوں کو عزت بخشی کہ وہ جو مَردوں کے سامنے بول نہیں سکتی تھی آنحضرت ﷺ نے اُسے اہم قومی معاملات میں مشورہ دینے کا حق عطا فرمایا اور علم وہُنر کے میدان میں اور روحانیت میں بھی ترقی کرنے کے لحاظ سے عورتوں کو مَردوں کے شانہ بشانہ لا کھڑا کیا۔

حتیٰ کہ آج کے ترقی یافتہ دور میں جبکہ ہر طرف عورتوں کی آزادی اور مساوات کے نام پر اُن کا استحصال کیا جارہا ہے ایک مسلمان عورت جائز اور معروف پردے میں رہتے ہوئے اپنے اخلاق۔ اپنی عصمت وحیا اور اپنی روحانیت کی حفاظت کرتے ہوئے ہر میدان میں ترقی کرسکتی ہے اور کررہی ہے۔ پس

بھیج درود اُس محسن پر تُو دِن میں سَو سَو بار
پاک محمد مصطفیٰؐ نبیوں کا سردار

عام غُرباء ومساکین سے ہمدردی

اب میں اُن عام غُرباء ومساکین کے ساتھ رحمۃ للعلمین ﷺ کے حُسنِ سلوک اور آپؐ کی شفقتوں کا کُچھ ذکر کروں گا جو بالعموم معاشرہ میں کمزور اور ایسے بے حیثیت سمجھے جاتے ہیں کہ کوئی اُن کو منہ لگانا پسند نہیں کرتا، کوئی اُنہیں پاس بٹھانا یا اُن کے ساتھ بیٹھنا گوارا نہیں کرتا، اُن کے ساتھ چلنا بھی گویا اپنی ہتک سمجھتا ہے۔

✷ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی جس کا نام زاہر تھا اور شکل وصورت میں بہت سادا اور بھدا تھا وہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کو دیہات کی چیزیں تحفہ میں لاکر دیا کرتا تھا اور حضرت نبیٔ کریم ﷺ اُسے انعام و اکرام سے نوازتے اور فرمایا کرتے تھے کہ زاہر ہمارا دیہاتی دوست ہے اور ہم اُس کے شہری دوست ہیں۔

ایک دفعہ وہ بازار میں اپنا سودا بیچ رہا تھا آپ ﷺ نے پیچھے سے جاکر اپنی بانہیں اُسکی گردن میں ڈالدیں۔ اُس نے مُڑ کر جو دیکھا تو پتہ لگا کہ حضور ﷺ ہیں پھر تو وہ خوشی اور محبت سے اپنی پشت حضورؐ کے جسمِ مبارک سے رگڑنے لگا۔ حضورؐ فرمانے لگے میرا یہ غلام کون خریدے گا وہ بولا اے اللہ کے رسول! پھر تو آپ مجھے بہت ہی بے کار سودا پائیں گے۔ مجھے بھلا کون خریدے گا۔ حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا نہیں نہیں اللہ کے نزدیک تو تم گھاٹے کا سودا نہیں ہو۔ تمہاری بڑی قدرو قیمت ہے۔

(مسند احمد جلد 3 صفحہ 161 مطبوعہ بیروت)

✷ حضرت انس بن مالکؓ خادم رسول اللہؐ نے ایک اور واقعہ یوں بیان کیا کہ:

مدینہ میں ایک پگلی سی عورت رہتی تھی جس کا نام اُمّ زفر تھا۔ حضرت خدیجہؓ کی خادمہ خاص رہ چکی تھی۔ بعد میں عقل میں کُچھ فتور پڑ گیا تھا۔ وہ ایک روز آنحضرت ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ مجھے آپ سے ایک ضروری کام ہے۔ علیحدگی میں بات کرنا چاہتی ہوں۔ آپ نے فرمایا اے فلاں کی ماں! مدینہ کے جس راستہ یا گلی میں کہو بیٹھ جاؤ وہاں مَیں تُمہارے ساتھ بیٹھ کر بات سُنوں گا اور تمہارا کام کردوں گا چنانچہ وہ عورت ایک جگہ جاکر بیٹھ گئی آنحضرت ﷺ بھی اُس کے ساتھ بیٹھ رہے اور اُس وقت تک نہیں اُٹھے جب تک اُسکی پوری بات سُن کر اُس کو مطمئن نہیں کردیا۔

(ابن ماجہ کتاب الزھد باب البراءۃ من الکبر)

✷ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک حبشی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر سوال کرنے لگا۔ آپؐ نے اُسے سمجھایا کہ سوال کرکے مسائل سمجھ لو وہ کہنے لگا کہ اے اللہ کے رسول آپ سفید لوگوں کو ہم کالے لوگوں پر شکل وصورت اور رنگ کے لحاظ سے بھی فضیلت ہے اور نبوت کے لحاظ سے بھی اگر مَیں آپ کی طرح ان چیزوں پر ایمان لاؤں جن پر آپ ایمان لائے ہیں اور جس طرح آپ عمل کرتے ہیں مَیں بھی عمل کروں تو کیا مجھے بھی جنّت میں آپ کا ساتھ نصیب ہو سکتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں کیوں نہیں پھر آپ نے فرمایا اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جنّت میں ایک سیاہ حبشی کے نور کی سفیدی ایک ہزار سال کی مسافت سے بھی نظر آئے گی۔

(مجمع الزوائد جلد 10 صفحہ 420 مطبوعہ بیروت)

✷ ایک غریب حبشی لونڈی جو مسجد میں جھاڑو دیتی تھی، فوت ہوگئی۔ صحابہ نے شاید اُسے حقیر جانتے ہوئے رات کے وقت حضور ﷺ کو جگانا مناسب نہ سمجھا اور تدفین کردی۔ آنحضرت ﷺ کو جب یہ پتہ چلا تو فرمایا مجھے کیوں اطلاع نہ دی پھر آپؐ نے اُس عورت کی قبر پر جاکر دعائے مغفرت کی۔

(مسلم)

رسول کریم ﷺ اکثر یہ دعا کرتے تھے کہ اَے اللہ۔ مجھے مسکین بنا کر زندہ رکھیو اور اسی حالت میں مسکینوں کی جماعت میں اُٹھانا۔ (ترمذی)

✷ حضرت ابو مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ کے پاس ایک شخص آیا آپ اُس سے گفتگو فرمارہے تھے اس دوران آپ کے رعب وہیبت سے اُس پر کپکپی طاری ہوگئی۔ یہ دیکھکر آپ ﷺ نے فرمایا:

اطمینان اور حوصلہ رکھو۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ مَیں کوئی (جابر) بادشاہ نہیں ہوں۔ مَیں تو ایک ایسی عورت کا بیٹا ہوں جو سُوکھا گوشت کھایا کرتی تھی۔ (ابن ماجہ)

✷ آنحضرت ﷺ کو اُمت کے غرباء کا اتنا خیال تھا کہ قُربانی وعید کے موقع پر دو موٹے مینڈھے خریدتے۔ ایک اپنی اُمت کے ہر اُس فرد کی طرف سے ذبح کرتے جو توحید اور رسالت کی گواہی دیتا تھا، دوسرا مینڈھا اپنے اہلِ خاندان کی طرف سے ذبح فرماتے۔ (بخاری)

✷ مدینہ میں مسجد نبوی کے احاطے میں 70 سے زائد غُرباء ومساکین جو نکّے تو نہ تھے بلکہ صرف آنحضرت ﷺ کی ہمہ وقت مصاحبت کی غرض سے درِ نبویؐ پر دھونی رمائے بیٹھے تھے۔ یہ اصحابُ الصُّفہ کہلاتے ہیں۔ اس فدائی گروہ میں ایک نمایاں نام حضرت ابو ھُریرہ کا ہے جن کے ذریعے آنحضرت ﷺ کی بے شمار احادیث ہم تک پہنچی ہیں۔ ان کا یہ حال تھا کہ بعض اوقات بھوک سے نڈھال ہوکر بے ہوش ہوجاتے تو لوگ سمجھتے تھے کہ مِرگی کا دورہ پڑا ہے۔ ایک دِن بُھوک نے بہت ستایا تو قرآن کریم کی بعض آیات کے حوالے سے اپنی حالت بیان کرنے کی کوشش کی۔ کُبّار صحابہ بھی ان کے مطلب اور مدعا کو نہیں سمجھ سکے۔ پھر ہمارے آقا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ باہر تشریف لائے تو چہرہ ہی سے آپ کی حالت بھانپ لی اور فرمایا ابوھُریرہ! بہت بھوک لگی ہے۔ عرض کی ہاں یا رسول اللہ! فرمایا ہاں آج میں بھی بہت بھوکا ہوں۔ دودھ کا ایک پیالہ آگیا ہے جاؤ اپنے سب ساتھیوں کو بلا لاؤ۔ تفصیل کو چھوڑتا ہوں بہر حال حضرت ابوھُریرہ اپنے ساتھیوں اصحابُ الصُّفہ کو بلا لائے جب سب سیر ہوئے اور پھر وہ اعجازی پیالہ حضرت ابو ھُریرہؓ کے حصّے میں آیا اور اس قدر دودھ پلایا گیا کہ عرض کیا یا رسول اللہ اب تو ایسا لگتا ہے کہ میرے ناخنوں سے دودھ بہہ نکلے گا۔ پھر سب سے آخر پر آنحضرت ﷺ نے وہ پیالہ اپنے دہن مبارک سے لگایا۔

✷ منذر بن جریرؓ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے، دن کا پہلا پہر تھا۔ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ایک غریب قوم کے کُچھ لوگ آئے جو ننگے پاؤں اور ننگے بدن تھے۔ انہوں نے

تلواریں سونتی ہوئی تھیں اوراُن کا تعلق مضر قبیلہ سے تھا۔ان کی بھوک اور افلاس کی حالت دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کا چہرہ متغیر ہو گیا۔

آنحضرت ﷺ گھر تشریف لے گئے پھر باہر آکر بلالؓ سے کہا کہ ظہر کی اذان دے۔پھر نماز کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا اور اُن کے لئے صدقہ کی تحریک فرمائی۔لوگوں نے دینار، درہم، کپڑے، جو اور کھجور وغیرہ صدقہ کیا یہاں تک کہ غلہ کے دو ڈھیر جمع ہو گئے۔ مَیں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ خوشی سے ایسا دمک اُٹھا جیسے سونے کی ڈلیا ہو۔

(مسند احمد جلد 4 صفحہ 359)

✶ آنحضرت ﷺ غُرباء کو کھانے وغیرہ کی دعوتوں میں بلانے کی بہت تاکید فرمایا کرتے اور فرماتے تھے کہ وہ دعوت بہت بُری ہے جس میں صرف اُمراء کو بُلایا جائے اور غرباء کو شامل نہ کیا جائے (بخاری کتاب النکاح)

✶ جب کوئی سائل یا حاجت مند آتا تو رسول کریم ﷺ فرمایا کرتے کہ مجھ تک مستحقین کی سفارش پہنچایا کرو۔تمہیں اس کا اجر ملے گا۔باقی اللہ جو چاہے گا اپنے رسول کی زبان پر اس ضرورت مند کے بارہ میں فیصلہ فرمائے گا۔(بخاری۔کتاب الادب۔باب تعاون المؤمنین)

✶ حضرت عبد اللہ بن عمر رسول اللہ ﷺ کی غُرباء پروری کے سلسلے میں ایک دلچسپ واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آپؐ کے پاس کہیں سے دس درہم آئے اتنے میں ایک سوداگر آ گیا۔ رسول کریم ﷺ نے اُس سے چار درہم میں قمیص خریدی اور اُسے پہن کر باہر تشریف لائے تو ایک انصاری نے عرض کیا حضورؐ! آپ یہ قمیص مجھے عطا کر دیں اللہ آپ کو جنت کے لباس عطا فرمائے گا۔آپؐ نے وہ قمیص اُس کو عطا فرمادی۔پھر آپؐ دکاندار کے پاس گئے اور اُس سے چار درہم میں ایک اور قمیص خریدلی۔ اب آپؐ کے پاس دو درہم بچ رہے تھے۔ راستہ میں آپؐ کو ایک لونڈی ملی جو رو رہی تھی۔ آپؐ نے سبب پوچھا تو وہ بولی کہ گھر والوں نے مجھے دو درہم کا آٹا خریدنے کے لئے بھیجا تھا وہ درہم گم ہو گئے ہیں رسول کریم ﷺ نے فوراً اپنے دو درہم اُس کو دے دیئے اور جانے لگے تو وہ پھر رو پڑی۔آپ نے پوچھا اب کیوں روتی ہو؟ وہ کہنے لگی مجھے ڈر ہے کہ گھر والے مجھے تاخیر ہو جانے کے سبب ماریں گے۔رسول کریم ﷺ اُس کے ساتھ ہو لیئے اور اُس کے مالکوں کو جا کر کہا کہ اس لونڈی کو ڈر تھا کہ تم لوگ اسے مارو گے۔اس کا مالک کہنے لگا یا رسول اللہ آپؐ کے قدم رنجہ فرمانے کی وجہ سے آج مَیں اس کو آزاد کرتا ہوں ۔ آنحضرت ﷺ نے اُسے نیک انجام کی بشارت دی اور فرمایا اللہ نے ہمارے دس درہموں میں کتنی برکت ڈالی کہ ایک قمیص انصاری کو ملی۔ایک قمیص خدا کے نبی کو عطا ہوئی اور ایک غلام بھی اس میں آزاد ہو گیا۔میں اُس خدا کی تعریف کرتا ہوں جس نے اپنی قدرت سے ہمیں یہ سب کچھ عطا فرمایا۔

(مجمع الزوائد۔جلد 9 صفحہ 14)

آج دُنیا بدامنی اور بے چینی کا شکار ہے۔اس کا سب سے بڑا سبب ذات پات کی تفریق اور رنگ و نسل کا امتیاز ہے۔کہیں سفید فام اور سیاہ فام کا جھگڑا ہے تو کہیں سرمایہ دار اور مزدور کا جھگڑا ہے۔کہیں قومی برتری کا زعم ہے تو کہیں اعلیٰ ذات کا بھرم ہے، جو اپنے جیسے دوسرے انسانوں کو حقیر کر کے دکھاتا ہے اور یوں انسان انسان کے درمیان نفرت کی آہنی دیوار کھڑی ہے۔محسن انسانیت حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (کہف:111) فرما کر کہ یاد رکھو! میں بھی تمہارے جیسا ایک بشر ہوں، انسانیت کے شرف کو اُس کی معراج تک پہنچا دیا اور خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ملا کر دکھاتے ہوئے فرمایا:

''جس طرح دونوں ہاتھوں کی اُنگلیاں آپس میں برابر ہیں اسی طرح تمام بنی نوع انسان آپس میں برابر ہیں۔

نیز فرمایا:'' اے لوگو سُنو! تمہارا خُدا ایک ہے اور اسی طرح تُمہارا باپ ایک ہے (یعنی تم سب آپس میں آدم کی نسل سے تعلق رکھتے ہو) کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر اور کسی سُرخ رنگ والے کو کالے پر اور کسی کالے کو سُرخ رنگ والے پر کوئی فضیلت نہیں۔سوائے اس کے کہ جو تقوٰی شعار ہو۔یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی اور پرہیز گار ہے۔

(مسند احمد بن حنبل)

یہ صرف قولی وعظ و نصیحت پر مشتمل درس نہیں تھا بلکہ جسطرح خاکسار نے ایک مختصر جھلک دکھانے کی کوشش کی ہے، واقعاتی رنگ میں بھی آنحضرت ﷺ نے ایسا پاکیزہ معاشرہ استوار کر کے دکھایا جس میں رنگ و نسل۔ملک و قوم اور ذات و قبیلے کا کوئی امتیاز نہ تھا۔جس میں ہر حقدار کو اُس کا حق دیا جاتا تھا اور کمزوروں، یتامیٰ اور بیوگان کی نگہداشت کی جاتی تھی۔

پس ہم دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں کہ حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ نے کمزوری کے زمانے میں بھی اور فتح اور غلبہ کے دَور میں بھی جس رنگ میں کمزور طبقوں کے حقوق کی حفاظت فرمائی اور اُن کی عزّتِ نفس کی حوصلہ افزائی فرمائی، آج تک دُنیا میں اسکی نظیر نہیں مل سکتی۔

عاشق رسولؐ بانیٔ جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں:-

''اگر اللہ تعالیٰ کو تلاش کرنا ہے تو مسکینوں کے دل کے پاس تلاش کرو۔اسی لئے پیغمبروں نے مسکینی کا جامہ ہی پہن لیا تھا۔ اسی طرح چاہیئے کہ بڑی قوم کے لوگ چھوٹی قوم کو ہنسی نہ کریں۔ اور نہ کوئی یہ کہے کہ میرا خاندان بڑا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم میرے پاس جو آؤ گے تو یہ سوال نہ کروں گا کہ تمہاری قوم کیا ہے۔بلکہ سوال یہ ہوگا کہ تمہارا عمل کیا ہے۔اسی طرح پیغمبر خدا (ﷺ) نے فرمایا ہے اپنی بیٹی سے کہ اے فاطمہ! خدا تعالیٰ ذات کو نہیں پوچھے گا۔اگر تم کوئی برا کام کرو گی تو خدا تعالیٰ تم سے اس واسطے درگذر نہ کرے گا کہ تم رسول کی بیٹی ہو۔'' (ملفوظات جلد سوم صفحہ 370)

پھر آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اہل تقویٰ کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ اپنی زندگی غربت اور مسکینی میں بسر کریں۔یہ تقویٰ کی ایک شاخ ہے جس کے ذریعہ سے ہمیں ناجائز غضب کا مقابلہ کرنا ہے۔ بڑے بڑے عارف اور صدیقوں کے لئے آخری اور کڑی منزل غضب سے بچنا ہی ہے۔عُجب و پندار غضب سے پیدا ہوتا ہے ...... میں نہیں چاہتا کہ میری جماعت والے آپس میں ایک دوسرے کو چھوٹا یا بڑا سمجھیں یا ایک دوسرے پر غرور کریں یا نظرِ استخفاف سے دیکھیں......خدا جانتا ہے کہ بڑا کون ہے یا چھوٹا کون ہے۔یہ ایک قسم کی تحقیر ہے جس کے اندر حقارت ہے۔ ڈر ہے کہ یہ حقارت بیج کی طرح بڑھے اور اس کی ہلاکت کا باعث ہو جائے۔بعض آدمی بڑوں کو مل کر بڑے ادب سے پیش آتے ہیں۔ لیکن بڑا وہ ہے جو مسکین کی بات کو مسکینی سے سُنے اس کی دلجوئی کرے۔''

اس کی بات کی عزت کرے۔کوئی چِڑ کی بات منہ پر نہ لاوے کہ جس سے دُکھ پہنچے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (الحُجُرات:12) تم ایک دوسرے کا چِڑ کے نام نہ لو۔یہ فعل فُسّاق و فُجار کا ہے۔جو شخص کسی کو چِڑاتا ہے وہ نہ مرے گا جب تک وہ خود اسی طرح مبتلا نہ ہوگا۔اپنے بھائیوں کو حقیر نہ سمجھو۔جب ایک ہی چشمہ سے کُل پانی پیتے ہو، تو کون جانتا ہے کہ کس کی قسمت میں زیادہ پانی پینا ہے۔مکرم و معظّم کوئی دنیاوی اصولوں سے نہیں ہو سکتا۔خدا تعالیٰ کے نزدیک بڑا وہ ہے جو متقی ہے۔اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ (الحُجُرات:14)

(ملفوظات جلد اول صفحہ 22-23)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 17؍دسمبر 2004ء میں اسی موضوع پر خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے آخر پر فرمایا:

''یہ نمونے کبھی پرانے ہونے والے نہیں۔ بلکہ آج بھی اگر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو سمیٹنا ہے اور اس کی رضا حاصل کرنی ہے اور آنحضرت ﷺ سے عشق کے دعوے کو سچا ثابت کر کے دکھانا ہے تو ان نمونوں پر چلنا ہوگا۔

آج ہر احمدی کا دوسرے مسلمانوں کی نسبت زیادہ فرض بنتا ہے کہ اپنے اردگرد کے ماحول میں ان کمزوروں اور بے سہاروں کو تلاش کریں۔اور ان سے حُسن سلوک کریں اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ عشق کے دعوے کو سچا کر کے دکھائیں اللہ تعالیٰ اس کی توفیق دے۔''

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

★★★

'ادب المسیح'

نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

تحریر: مکرم صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب (مرحوم)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے، حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے بیٹے اور ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کے ماموں مکرم صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب گزشتہ سال 17 رفروری 2014ء کو بقضائے الٰہی اس دارفانی سے رحلت فرما گئے۔ حضور ایدہ اللہ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 21 رفروری 2014ء میں محترم صاحبزادہ صاحب مرحوم کا ذکرِ خیر کرتے ہوئے آپ کی تصنیفات میں سے ایک کتاب 'ادب المسیح' کا بھی ذکر فرمایا تھا۔ ذیل میں مکرم صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب مرحوم کی اسی کتاب سے 'نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم' کا مضمون ہدیۂ قارئین ہے۔ ہمیں امید ہے کہ جہاں قارئین اس نہایت خوبصورت اور دلکش مضمون سے علمی و روحانی طور پر مستفید ہوں گے وہاں یہ مضمون محترم صاحبزادہ صاحب مرحوم کی بلندئ درجات کے لئے دعا کی تحریک کا بھی موجب ہوگا۔ (مدیر)

جس طور سے ہمارے آقا اور مطاع صلی اللہ علیہ وسلم اُمت کے محبوب ہیں اُسی طور سے آپ کی نعت بھی آپ کی اُمت کی تینوں زبانوں کے شاعروں نے کثرت سے بیان کی ہے۔ گو اس کی ابتدا رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے بعد ہی سمجھی جاتی ہے مگر حق تو یہ ہے کہ آپؐ کی اوّل اور حقیقی نعت آپؐ کے اس فرمان سے شروع ہوتی ہے۔

"كُنْتُ نَبِيًّا وَ الْآدَمُ بَيْنَ الْمَآءِ وَالطِّيْنِ"

یعنی آپ تقدیر الٰہی میں اُس وقت بھی نبوت کے منصب کے حامل تھے جبکہ آدمؑ پانی اور مٹی کے درمیان تھا (تخلیق نہیں ہوا تھا) اور منصب نبوت ہی آپ کی نعت اور مناقب کا محور اور مرکزی نقطہ ہے۔

''نعت'' عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کے معانی مدح و تعریف کے ہیں۔ اردو زبان میں یہ صنف شعر اور یہ اصطلاح فارسی سے آئی ہے کیونکہ عربی میں ثناء رسول اکرمؐ کو مدح یا اوصافِ رسول اکرمؐ کا عنوان دیا جاتا ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ فارسی اور اردو میں نعت شعری کلام ہی کو کہتے ہیں۔ مگر عربی میں نظم و نثر دونوں میں مناقبِ رسولؐ کا عنوان مدحت و توصیفِ رسول اکرمؐ ہے۔

اسلامی ادب میں ایک مقبول صنف شعر ہونے کی وجہ سے اس پر بہت نقد و نظر ہوا ہے اور اس کے حقیقی منصب کو قائم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

ابتدا میں بیان ہو چکا ہے کہ ہر صنف شعر کا اپنا اسلوب اور طرز بیان ہوتا ہے اور شاعر اپنے کلام کو اس دائرۂ قید و بند کی پاسداری کے ساتھ ہی تخلیق کرتا ہے۔ غزل کو قصیدے کے انداز میں اور قصیدے کو مرثیہ گوئی کی طرز میں تخلیق نہیں کیا جاتا۔ کیونکہ غزل کے موضوع عشق و محبت کی واردات ہیں اور قصیدہ کسی کی مدح و ستائش اور مرثیہ کسی وفات پر غم و اندوہ کے اظہار کا نام ہے اور ان سب کی جداگانہ لفظی اور معنوی علامات اور مجاز ہے۔

اس تقسیم اسالیب شعر کے ہونے پر بھی صرف ایک صنف شعر ایسی ہے جو تمام اصناف شعر کے اسلوب میں بیان ہو سکتی ہے اور ہوئی ہے وہ نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

اس کا موجب یہ حقیقت ہے کہ مضمون کی مناسبت سے نعت میں عشقِ رسولؐ غزل کے انداز میں اور قصیدے کے اسلوب میں آپ کی عظمت و شان اور مرثیہ کے اسلوب پر آپ کی وفات کا الم بیان کیا گیا ہے اور بہت ہی خوبصورت انداز سے کیا گیا ہے جیسے کہ محسنؔ کاکوروی کا شوق و ارادہ ہے۔ اپنے مشہور عالم لامیّہ قصیدے میں کہتا ہے:

سب سے اعلیٰ تیری سرکار ہے سب سے اوّل
میرے ایمان مفصّل کا یہی ہے مجمل
ہے تمنّا کہ رہے نعت سے میرے خالی
نہ میرا شعر، نہ قطعہ، نہ قصیدہ، نہ غزل

یہ اشعار تو دستور ادب کے بیان میں آگئے ورنہ قصیدے کی صنف میں ابوطالب کے اس نعتیہ شعر کا کون مقابل ہو سکتا ہے۔

وَاَبْيَض يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ
ثُمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِلْاَرَامِلِ

وہ روشن و تابناک چہرے والے جن کے صدقے میں بادلوں سے پانی مانگا جائے وہ یتیموں کے والی اور بیواؤں کی پناہ ہیں۔

ابن ہشام کے حوالے سے ہے کہ مدینہ منورہ میں آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے بارش کے برسنے اور قحط کے آثار اُٹھنے پر آنحضرتؐ فداہ ابی و اُمّی نے فرمایا کہ ''اگر ابوطالب یہ دیکھتے تو بہت خوش ہوتے'' کسی نے پوچھا کہ کیا حضور کا اشارہ ان کے اس شعر کی طرف تو نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ایسا ہی ہے۔ اس طرز سے یہ شعر ان نعتیہ اشعار میں اوّل مقام پر فائز ہو گیا جس کی صداقت کو آپ حضرتؐ نے قبول فرمایا ہے۔

بیت کے انداز میں حضرت مسیح موعودؑ کا شعر مشاہدہ کریں:

ز عشّاقِ فرقان و پیغمبریم
بدیں آمدیم و بدیں بگذریم

ہم قرآن اور رسول اکرمؐ کے عاشق ہیں اسی کے ساتھ آئے ہیں اور اسی کے ساتھ جائیں گے۔

اس تسلسل میں خاکسار اپنی محترم مکرم اور پیاری پھوپھی حضرت نواب مبارکہ بیگمؓ (جو حضرت اقدس علیہ السلام کی دختر نیک اختر تھیں) کی عظیم الشان اور نادر نعتِ رسول کا یہ ٹیپ کا شعر فراموش نہیں کر سکتا فرماتی ہیں۔

بھیج درود اُس محسن پر تُو دن میں سو سو بار
''پاک محمد مصطفی نبیوں کا سردار''

(مصرع ثانی الہام حضرت اقدسؑ ہے)

مَیں اس شعر کو ایک مستقل بیت کے طور پر شمار کرتا ہوں۔ اب جبکہ آپ حضرت کی دختر نیک اختر کا ذکر چل نکلا ہے تو میرے لیے یہ کیسے ممکن ہے کہ مَیں ان کی ادبی شان کے بیان میں کچھ کہے بغیر آگے نکل جاؤں۔ ایّام جاہلیہ کے کسی شاعر نے بہت خوب کہا:

وَمِنْ مَذْهَبِي حُبُّ الدِّيَارِ لِاَهْلِهَا
وَ لِلنَّاسِ فِيْ مَا يَعْشَقُوْنَ مَذَاهِبُ

میرے مذہب میں محبوب کی محبت میں اس کے گھر سے محبت کرنا لازم ہے اور لوگوں کے اپنے عشق کے مذاہب مختلف ہوتے ہیں۔

اردو زبان کی اقدار ادبی اور اسالیبِ شعر کی روشنی میں آپ کا کلام ان تمام ادبی محاسن کا حامل ہے جو اساتذہ اردو شعر نے مقرر کئے ہیں بلکہ ان کا ہم پلّہ ہے اور اگر موضوعات کے اعتبار سے دیکھا جائے تو یقیناً ان سب پر فائق ہے۔ ایسا ہونا ضروری بھی تھا کیونکہ آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کی گود میں بیٹھ کر ادب حاصل کیا تھا اور اُسی درسگاہ میں ادب کے حقیقی موضوعات کی تعلیم پائی تھی۔

نعت رسول میں آپ کا سلام اور درود ایسا ہے کہ دل میں اترتا جائے۔ پاکیزہ بات اور خوبصورت بیان ہے۔ صَلِّ عَلٰى نَبِيِّنَا۔ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍؐ کے عنوان سے جو نعت پیش کی ہے وہ دنیائے نعت کے شاہکاروں میں سب سے اوّل رکھی جا سکتی ہے خاص طور پر ہر بند کا اوّل کا مصرعہ تو حُسن دلبرئی میں بے نظیر ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مناقب میں فرماتی ہیں:

اُسوۂ پاکِ خُلقِ ربّانی　　منتہائے کمالِ انسانی
صَلِّ عَلٰى نَبِيِّنَا　　صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍؐ

اور فرماتی ہیں:

مصحفِ دید عکسِ یزدانی　　منتہائے کمالِ انسانی
صَلِّ عَلٰى نَبِيِّنَا　　صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍؐ

اور کہتی ہیں:

منبعِ جُود و فضلِ ربّانی　　منتہائے کمالِ انسانی
صَلِّ عَلٰى نَبِيِّنَا　　صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍؐ

اور آخر پر سلام عرض کرنے میں توصیف و منقبت کو ایسی محبت سے پیش کرتی ہیں کہ دریائے حُسنِ کلام اور حُسنِ معانی بہنے لگتا ہے۔

اور ٹیپ کے شعر میں کہتی ہیں:

مہرِ عالم طبیبِ روحانی　　منتہائے کمالِ انسانی
صَلِّ عَلٰى نَبِيِّنَا　　صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍؐ

اِسی طور سے آپ کی نعت ''پاک محمد مصطفی نبیوں کا سردار'' کے عنوان سے ہے جس میں بیان ہے کہ ضلالت اور تاریکی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا سورج طلوع ہوتا ہے تو انسانیت کا ہر طبقہ اس سے کِس طور پر فیض پاتا ہے۔ ایک عظیم الشان نعت ہے خاص طور پر جہاں ''عورت'' مخاطب ہے۔ الغرض نعت مناجات دینِ اسلام اور حضرت مسیح موعودؑ کی محبت

میں جس قدر بھی موضوعات ہیں سب اردو ادب کے شاہکار ہیں آپ کے کلام کا مجموعہ ''دُرِّ عدن'' کے نام سے اشاعت پا چکا ہے جو یقینا اس قابل ہے کہ احمدی بچے اور جوان اس کو حفظ کریں اور اپنے سینوں میں محفوظ کر لیں۔

ان چند الفاظ میں آپ سیّدہ کے کلام کے محاسن پیش کرنے کے بعد ہم اصل مضمون کی طرف لوٹتے ہیں۔

اور قطعہ کی صنف میں سعدیؔ علیہ الرحمہ کا مشہور عالم اور اُمّت میں بہت مقبول قطعہ پیش کرتے ہیں:

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ

آپ کو بلندی میں کمال حاصل تھا۔ آپ کے حُسن نے تاریکیوں میں اجالا کر دیا۔

حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ صَلُّوْا عَلَیْہِ وَآلِہٖ

آپ کے تمام خصائل حسین تھے۔ اس پر اور اس کی آل پر درود بھیجو۔

قطعات میں حضرت اقدس کو یہ نعتیہ قطعہ بہت پسند تھا۔

فرمایا: ''پس ہم نے ایک ایسے نبی کا دامن پکڑا ہے جو خدا نما ہے۔ کسی نے یہ شعر بہت ہی اچھا کہا ہے ؎

محمدؐ عربی بادشاہِ ہر دو سَرا
کرے ہے روحِ قُدس جس کے دَر کی دربانی
اُسے خدا تو نہیں کہہ سکیں پہ کہتا ہُوں
کہ اُس کی مرتبہ دانی میں ہے خدا دانی

(چشمہ معرفت روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 302)

قطعات میں مرثیہ بیان کرنے کا حقیقی منصب تو حضرت حسّان بن ثابت کے نصیب میں آیا۔ فرماتے ہیں

کُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِیْ فَعَمِیَ عَلَیْکَ النَّاظِرُ
مَنْ شَآءَ بَعْدَکَ فَلْیَمُتْ فَعَلَیْکَ کُنْتُ اُحَاذِرُ

آپؐ میری آنکھ کی پُتلی تھے۔ آپ کی وفات پر میری آنکھ اندھی ہوگئی۔ آپؐ کے بعد جو چاہے وفات پائے۔ مجھے تو آپؐ کی وفات کا خطرہ تھا۔

روایت ہے کہ آپ حضرتؑ ان اشعار کو پڑھ کر زار وقطار روتے تھے اور کہتے تھے کہ کاش یہ شعر آپ نے کہے ہوتے۔

اور مرثیے کے انداز میں فاطمہ زہرا بتولؓ کے یہ دو اشعار بھی ہمیں بہت محبوب ہیں۔ فرماتی ہیں۔

مَاذَا عَلٰی مَنْ شَمَّ تُرْبَۃَ اَحْمَدَ
اَنْ لَا یَشُمَّ مُدَی الزَّمَانِ غَوَالِیَا

جس نے احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے قبر کی مٹی سونگھی اور اگر وہ عمر بھر کوئی عطر نہ سونگھے تو اس کا کیا نقصان ہوگا؟ (یعنی عمر بھر اس کو کسی عطر کے سونگھنے کی ضرورت ہی نہ ہوگی)۔

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبُ لَوْ اَنَّھَا
صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیَا

مجھ پر وہ مصائب پڑے ہیں کہ اگر دنوں پر یہ مصائب ڈالے جاتے وہ راتوں میں تبدیل ہو جاتے۔

نعتِ رسول اکرم ایسے صاحبِ انصاف اور صاحب بصیرت لوگوں نے بھی بیان کی ہے جن کا آپ حضرت سے روحانی رشتہ بھی نہیں تھا اور مصاحبت بھی نہیں تھی۔ ان ہستیوں میں جو سب سے زیادہ محبوب ہستی ہے اور جس کی برجستہ نثری نعت کو آپ کی امّت نے ایسا قبول کیا ہے کہ آج تک اُس کا نام عاشقانِ رسول اکرمؐ کے حلقوں میں احترام اور محبت سے یاد کیا جاتا ہے اور اس نثر پر ہزار نظم قربان کی جاسکتی ہے۔

ایک بادیہ نشین صحرا گزین خاتون تھی جن کا نام اُمِّ معبد تھا۔ ہمارے پیارے آقا اور مطاع سے ان کی ملاقات ایسے ہوئی کہ جب آپ حضرتؐ مکّہ سے ہجرت کر کے مدینہ کی طرف سفر کر رہے تھے تو سرِ راہ اُن کا خیمہ تھا۔ آپ کے قافلے نے وہاں قیام کیا اور خاتون سے کہا کہ اگر تمہارے پاس کچھ کھانے پینے کو ہے تو دو۔ اس خاتون نے کہا کہ افسوس ہے کہ کچھ پیش کرنے کو نہیں ہے۔ بکریاں صحرا میں چرنے کے لیے جا چکی ہیں۔ آنحضرتؐ نے ایک بکری کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اس بکری کا دودھ ہی کافی ہوگا۔ اس پر خاتون کہنے لگی کہ یہ تو ایک کمزور بکری ہے اسی وجہ سے اِس کو ریوڑ کے ساتھ روانہ نہیں کیا گیا۔ آپؐ حضرت نے فرمایا کہ اگر تم اجازت دو تو میں اس کا دودھ دوہ لوں۔ اُس نے کہا کہ ضرور ایسا کریں۔ آنحضرتؐ نے بسم اللہ پڑھ کر اس کے تھن پر ہاتھ رکھا اور ایک برتن مانگا تو اس کا دودھ لبریز ہو کر زمین پر گرنے لگا۔ آپ نے خود بھی نوش فرمایا، اپنے ساتھیوں کو بھی پلایا اور بہت سا باقی ماندہ اُمّ معبد کو بھی دیا۔ کچھ دیر کے بعد جب اس کا خاوند آیا اور اس نے دودھ سے لبریز برتن دیکھا تو استفسار کیا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا ہے۔ اس سوال کے جواب میں (میرے یقین کے مطابق) اس خاتون کی زبان اور چشمِ بصیرت کو اللہ نے خاص برکت سے نوازا اور اس نے آپؐ کے حسن و جمال اور آپؐ کے وقار اور تمکنت اور آپؐ کے غلاموں کی اطاعت کو ایسی فصاحت و بلاغت اور ایسی بصیرت سے بیان کیا کہ آثار اور روایت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا سراپا کوئی پیش نہ کر سکا۔ اس نے کہا:

''مَیں نے ایک انسان دیکھا پاکیزہ رُو، کشادہ چہرہ، پسندیدہ خُو، ہموار شکم، سر میں بھرے ہوئے بال، زیبا، صاحبِ جمال، آنکھیں سیاہ و فراخ، بال لمبے اور گھنے، آواز میں مردانگی و شیرینی، گردن موزوں، روشن اور چمکتے ہوئے دیدہ، سرگیں آنکھ، باریک اور پیوستہ ابرو، سیاہ گھنگھریالے گیسو، جب خاموش رہتے تو چہرہ پُروقار معلوم ہوتا، جب گفتگو فرماتے تو دل ان کی طرف کھنچتا، دُور سے دیکھو تو نور کا ٹکڑا، قریب سے دیکھو تو حسن و جمال کا آئینہ، بات میٹھی جیسے موتیوں کی لڑی۔ قد نہ ایسا پست کہ کمتر نظر آئے، نہ اتنا دراز کہ معیوب معلوم ہو۔ بلکہ ایک شاخِ گُل ہے جو شاخوں کے درمیان ہو۔ زیبندہ نظر، والا قدر، ان کے ساتھی ایسے جو ہمہ وقت ان کے گرد و پیش رہتے ہیں، جب وہ کچھ کہتے ہیں تو یہ خاموش سنتے ہیں۔ جب حکم دیتے ہیں تو تعمیل کو جھپٹتے ہیں، مخدوم و مطاع، نہ کوتاہ سخن اور نہ فضول گو۔

(ابن ہشام، جلد 2 صفحہ 55)

اور غزل کے انداز میں ہمارے پیارے مسیح علیہ السلام کے مقابل پر کیا ہوگا۔ فرماتے ہیں۔

جان و دلم فدائے جمالِ محمدؐ است
خاکم نثارِ کوچۂ آلِ محمدؐ است

میری جان و دل محمدؐ کے جمال پر فدا ہیں۔ اور میری خاک آل محمدؐ کے کوچے پر قربان ہے۔

دیدم بعینِ قلب و شنیدم بگوشِ ہوش
در ہر مکان ندائے جلالِ محمدؐ است

میں نے دل کی آنکھوں سے دیکھا اور عقل کے کانوں سے سنا۔ ہر جگہ محمدؐ کے جلال کا شہرہ ہے۔

ایں چشمۂ رواں کہ بخلقِ خدا دِہم
یک قطرۂ ز بحرِ کمالِ محمدؐ است

معارف کا یہ دریائے رواں جو میں مخلوقِ خدا کو دے رہا ہوں۔ یہ محمدؐ کے کمالات کے سمندر میں سے ایک قطرہ ہے۔

ایں آتشم زِ آتشِ مہرِ محمدیؐ ست
وایں آبِ من زِ آبِ زُلالِ محمدؐ است

یہ میری آگ محمدؐ کے عشق کی آگ کا ایک حصہ ہے اور میرا پانی محمدؐ کے مصفّا پانی میں سے لیا ہوا ہے۔

یہ مختصر اور قدرے بے ترتیب بات تو نعت رسول اکرمؐ کے اسلوب شعر اور اس کی ہیئت کے تعلق میں ہے (ہیئت سے مراد اس کی خارجی صورت ہے) مقصد یہ ہے کہ یہ ظاہر کیا جائے کہ نعت رسول اکرمؐ ہی ایک ایسی صنف شعر ہے جس کو ہر اسلوب اور انداز میں رقم کیا گیا ہے اور بہت خوبی سے کیا گیا ہے مگر اس کے مضامین اور انتخاب الفاظ کے اعتبار سے ہر نعت گو پر لازم ہے کہ آدابِ نعت کا التزام کرے۔

اصولی طور پر آداب نعت کے دو بنیادی عناصر اور شرائط ہیں۔

اوّل: نعت کے مضامین میں رسول اکرمؐ کی عظمت اور شان اور ان سے محبت کے اظہار میں ایسا اعتدال ہو کہ کسی صورت میں ان میں شرک کا شائبہ نہ ہو اور مافوق الفطرت صفات کو بیان نہ کیا جائے۔

دوم: الفاظ کے انتخاب میں ایسا وقار اور تہذیب جو حضرت رسالت مآب کے روحانی منصب کو سزاوار ہے۔

یہ وہ اقدار نعت رسول اکرمؐ ہیں جن کو عاشقانِ رسول نے اور زبان دانوں نے دل و جان سے قبول کیا ہے۔ تاہم ان کی مکمل پاسداری اور احتیاط کے لیے یہ لازم قرار دیا گیا ہے کہ ہدیۂ نعت پیش کرنے والے کو حضرت سرورِ انبیاء کے روحانی منصب کا شعور ہو اور آپؐ کی سیرت طیبہ کا تفصیلی علم ہو۔

اوّل مقام پر تو رسول اکرمؐ کے قرب الٰہی کا مقام اور آپ کی سیرت کا علم باری تعالیٰ کو ہی ہے جس نے آپؐ کو نبوت کے کمالات کے اعتبار سے اور انسانِ کامل ہونے کے اعتبار سے خود تخلیق کیا ہے۔ قرآن کریم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان دونوں مراتب کے بیان سے بھرا ہوا ہے۔ ہم اختصار کے پیش نظر دو مقامات کو حضرت مسیح موعودؑ کی تفسیر کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

اوّل مقام پر باری تعالیٰ فرماتا ہے۔:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ۔ (المائدہ:16)

اور دوسرے مقام پر فرماتا ہے:

وَ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا۔ (الاحزاب:47)

آپ حضرتؑ فرماتے ہیں:

"انبیاء منجملہ سلسلہ متفاوتہ فطرتِ انسانی کے وہ افرادِ عالیہ ہیں جن کو اس کثرت اور کمال سے نورِ باطنی عطا ہؤا ہے کہ گویا وہ نورِ مجسّم ہو گئے ہیں۔ اِسی جہت سے قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نور اور سراج منیر رکھا ہے۔ جیسا فرمایا ہے قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ۔ (المائدہ:16) وَ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا۔ (الاحزاب:47) **یہی حکمت ہے کہ نورِ وحی جس کے لئے نورِ فطرتی کا کامل اور عظیم الشان ہونا شرط ہے صرف انبیاء کو ملا اور انہیں سے مخصوص ہوا۔** (تفسیر حضرت اقدس زیر آیت)

مشاہدہ کریں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی اور فطرتی مقام کو کن خوبیوں کے ساتھ تخلیق فرمایا ہے یہی موضوعات آپ کی نعت کے ہیں۔

دوسرے مقام پر اس دنیا میں آپ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام قربِ الٰہی کو تو وہی پیش بیان کرسکتا ہے جو واصل باللہ ہو اور جس کو یہ عرفان خدا تعالیٰ کی وحی اور الہام کے ذریعہ سے حاصل ہوا ہو اور جس کو باری تعالیٰ کی جناب سے نائب اور وارثِ رسول کا خطاب ملا ہو اور وہ نیابت اور وراثت کے اعتبار سے آپ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری تجلّی ہو جیسے کہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

انبیاء اگرچہ بودہ اند بسے
من بعرفاں نہ کمترم ز کسے

اگرچہ انبیاء بہت ہوئے ہیں مگر میں معرفت الٰہی میں کسی سے کم نہیں ہوں۔

وارثِ مصطفٰے شدم بیقیں
شدہ رنگیں برنگِ یارِ حسیں

میں یقیناً مصطفٰے کا وارث ہوں اور اُس حسین محبوب کے رنگ میں رنگین ہوں۔

اور اس عرفان الٰہی اور اتحاد کامل کی بنا پر سیرت رسول اکرمؐ کا حقیقی علم و شعور ہونا بھی آپ ہی کا منصب ہے جو کہ آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا ہے۔

فرماتے ہیں:

تا مرا دادند از حسنش خبر
شد دلم از عشقِ اُو زیر و زبر

جب سے مجھے اُس کے حسن کی خبر دی گئی ہے۔ میرا دل اُس کے عشق میں بے قرار رہتا ہے۔

منکہ مے بینم رُخِ آں دلبرے
جاں فشانم گر دہد دل دیگرے

میں اُس دلبر کا چہرہ دیکھ رہا ہوں۔ اگر کوئی اُسے دل دے تو میں اُس کے مقابلہ پر جان نثار کردوں۔

ساقیٔ من ہست آں جاں پرورے
ہر زماں مستم کند از ساغرے

وہی روح پرور شخص تو میرا ساقی ہے جو ہمیشہ جامِ شراب سے مجھے سرشار رکھتا ہے۔

محو روئے او شداست ایں روئے من
بوئے اُو آید ز بام و کوئے من

یہ میرا چہرہ اُس کے چہرہ میں محو اور گم ہو گیا اور میرے مکان اور کوچہ سے اُسی کی خوشبو آرہی ہے۔

بسکہ من در عشقِ او ہستم نہاں
من ہمانم، من ہمانم، من ہماں

از بسکہ میں اُسکے عشق میں غائب ہوں۔ مَیں وہی ہوں، مَیں وہی ہوں، مَیں وہی ہوں۔

جانِ من از جانِ اُو یابد غذا
از گریبانم عیاں شد آں ذکا!

میری روح اُس کی روح سے غذا حاصل کرتی ہے اور میرے گریبان سے وہی سورج نکل آیا ہے۔

احمد اندر جانِ احمد شد پدید
اسم من گردید آں اسمِ وحید

احمد کی جان کے اندر احمد ظاہر ہو گیا اس لیے میرا وہی نام ہو گیا جو اس لاثانی انسان کا نام ہے۔

اس مضمون کے اختتام پر حضرت مسیح موعودؑ کا ایک نثری فرمان بھی سن لیں جو کہ الہام الٰہی ہے۔ فرماتے ہیں:۔ "كُلُّ بَرَكَةٍ مِّنْ مُّحَمَّدٍ فَتَبَارَكَ مَنْ عَلَّمَ وَ تَعَلَّمَ۔" (ترجمہ: ہر ایک برکت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے پس بڑا مبارک ہے وہ جس نے تعلیم دی اور جس نے تعلیم پائی)۔

فرماتے ہیں: "یعنی یہ مخاطبات اور مکالمات کا شرف جو مجھے دیا گیا ہے یہ محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا طفیل ہے اور اسی لئے یہ آپ ہی سے ظہور میں آرہے ہیں۔ جس قدر تاثیرات اور برکات و انوار ہیں وہ آپ ہی کے ہیں۔"

(دیکھو تفسیر حضرت اقدس سورۃ الاحزاب:41)

ان گزارشات سے یہ حقیقت تو واضح ہو گئی کہ نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان کرنے کا حقیقی حقدار کون ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ امر بھی ثابت ہو گیا کہ نعت کے دو ہی عنوانات ہیں۔

اوّل یہ کہ باری تعالیٰ سے قرب کی نسبت سے آپؐ کا منصب عالی کیا ہے۔

دوم یہ کہ انسان ہونے کے اعتبار سے آپؐ کے اخلاق اور فضائل عالی کیا ہیں۔

اپنے دستور کے مطابق ہم اوّل قرآن کریم کے فرمودات کو پیش کرتے ہیں۔

اوّل عنوان کے تحت ہم عرض کرتے ہیں کہ دراصل یہ قرآن کریم کا حقیقی موضوع ہے جو تمام موضوعات اور مقاصد قرآن کریم کا محور ہے جیسا کہ سورۃ ہود کی ابتدائی آیات میں فرماتا ہے:

الٓرٰ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍۙ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ (ہود: 2، 3)

حضرت اقدسؑ ان آیات کا ترجمہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"یہ کتاب ایسی ہے کہ اس کی آیات پکی اور استوار ہیں۔" اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ خدا تعالیٰ کے سوا ہرگز کسی کی پرستش نہ کرو اصل بات یہ ہے کہ انسان کی پیدائش کی علّتِ غائی یہی عبادت ہے جیسے دوسری جگہ فرمایا: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذّٰریٰت:57)

فرماتے ہیں: "عبادت اصل میں اس کو کہتے ہیں کہ انسان ہر قسم کی قساوت اور کجی کو دور کر کے زمین کو ایسا صاف کردے جیسے زمیندار زمین کو صاف کرتا ہے۔"

اور فرمایا: "مَیں پھر کہتا ہوں کہ اللہ کی محبت کے درخت اس میں پیدا ہو کر نشوونما پائیں گے۔ اور وہ اثمار شیریں و طیّب ان میں لگیں گے جو اُكُلُهَا دَآئِمٌ (الرعد:36) کے مصداق ہوں گے۔" (تفسیر حضرت مسیح موعودؑ زیر آیت ہود)

اور عبادت نام ہے محبت کے انتہائی مقام کا۔ یہی وجہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا گیا تو ان کو ایسا قربِ الٰہی عطا کیا گیا کہ وہ ہر اتباع کرنے والے کو واصل خدا بنا سکیں۔ چنانچہ اوّل عنوان کے تحت یہ فرمانِ الٰہی پیش کیا جاتا ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (آل عمران:32)

حضرت اقدسؑ اس فرمانِ الٰہی کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"سوال: مسیح نے اپنی نسبت یہ کلمات کہے "میرے پاس آؤ تم جو تھکے اور ماندے ہو کہ میں تمہیں آرام دوں گا" اور یہ کہ "مَیں روشنی ہوں اور میں راہ ہوں۔ مَیں زندگی اور راستی ہوں" کیا بانیٔ اسلام نے یہ کلمات یا ایسے کلمات کسی جگہ اپنی طرف منسوب کیے ہیں۔

الجواب: قرآن شریف میں صاف فرمایا گیا ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ الخ یعنی ان کو کہہ دے کہ اگر خدا سے محبت رکھتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو تا خُدا بھی تم سے محبت کرے اور تمہارے گناہ بخشے۔ یہ وعدہ کہ میری پیروی سے انسان خدا کا پیارا بن جاتا ہے مسیح کے گزشتہ اقوال پر غالب ہے۔ **کیونکہ اس سے بڑھ کر کوئی مقام نہیں کہ انسان خدا کا پیارا ہو جائے۔ پس جس کی راہ پر چلنا انسان کو محبوب الٰہی بنا دیتا ہے اس سے زیادہ کس کا حق ہے کہ اپنے تئیں روشنی کے نام سے موسوم کرے۔**

(تفسیر حضرت اقدس مسیح موعودؑ زیر آیت)

ایک اور مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب عالی کے بیان میں فرماتے ہیں:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا مقام تو یہ تھا کہ آپ محبوب الٰہی تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے دوسرے لوگوں کو بھی اس مقام پر پہنچنے کی راہ بتائی جیسا کہ فرمایا: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ یعنی ان کو کہہ دو کہ اگر تم چاہتے ہو کہ محبوب الٰہی بن جاؤ تو میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم کو اپنا محبوب بنا لے گا۔ اب غور کرو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع محبوب الٰہی تو بنا دیتی ہے۔ پھر اور کیا چاہیے۔" (تفسیر حضرت اقدس زیر آیت)

ایک اور مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب الٰہی ہونے اور ان کے متبعین کو محبتِ الٰہی کے عطا کرنے کی برکات کے بیان میں ایک عظیم الشان فرمانِ حضرت اقدس ہے:

"قبولیت دعا کے تین ہی ذریعے ہیں۔ اوّل اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ۔ دوم يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ تیسرا موہبت الٰہی۔" (ملفوظات جلد سوم صفحہ 38)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو خدا تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے بغیر اس کے یہ مقام مل ہی نہیں سکتا۔"

(تفسیر حضرت اقدس مسیح موعودؑ زیر آیت)

اِسی مضمون کے تسلسل میں یہ فرمانِ الٰہی بھی ہے کہ رسول اکرمؐ کے اسوہ کے سوا خدا تعالیٰ کا قرب اور وصال حاصل نہیں ہوسکتا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا (الاحزاب:22)

حضرت اقدسؑ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

خدا تعالیٰ نے مجھ پر ایسا ہی ظاہر کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے اتباع سے خدا ملتا ہے اور آپ کے اتباع کو چھوڑ کر خواہ کوئی ساری عمر ٹکریں مارتا رہے گوہرِ مقصود اس کے ہاتھ میں نہیں آسکتا۔ چنانچہ سعدیؒ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی ضرورت بتاتا ہے۔

بزہد و ورع کوش و صدق وصفا
ولیکن میفزائے بر مصطفٰے

زہد و ورع میں کوشش کرو مگر محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ کے مطابق۔

یہاں تک روحانی اعتبار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی منصب و مقام کا ذکر ہوا ہے۔ اب انسانِ کامل ہونے کے اعتبار سے آپ کے خصائلِ مبارکہ اور اخلاقِ حسنہ کو قرآن کریم کے فرمان کے تحت پیش کرتے ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (توبہ:128) حضرت اقدس مسیح موعودؑ اِس فرمانِ قرآن کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

”جذب اور عقد ہمت ایک انسان کو اس وقت دیا جاتا ہے جبکہ وہ خدا تعالیٰ کی چادر کے نیچے آجاتا ہے اور ظل اللہ بنتا ہے پھر وہ مخلوق کی ہمدردی اور بہتری کے لیے اپنے اندر ایک اضطراب پاتا ہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس مرتبہ میں کُل انبیاء علیہم السلام سے بڑھے ہوئے تھے اس لیے آپؐ مخلوق کی تکلیف دیکھ نہیں سکتے تھے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ یعنی یہ رسول تمہاری تکالیف کو دیکھ نہیں سکتا۔ وہ اس پر سخت گراں ہے اور اسے ہر وقت اس بات کی تڑپ لگی رہتی ہے کہ تم کو بڑے بڑے منافع پہنچیں۔“ (تفسیر حضرت مسیح موعودؑ زیر آیت)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:۔

”فَاَشَارَ اللّٰهُ فِيْ قَوْلِهٖ عَزِيْزٌ وَّ فِيْ قَوْلِهٖ حَرِيْصٌ اِلٰى اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَظْهَرُ صِفَتِهِ الرَّحْمٰنِ بِفَضْلِهِ الْعَظِيْمِ لِاَنَّهٗ رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ كُلِّهِمْ وَلِنَوْعِ الْاِنْسَانِ وَالْحَيَوَانِ وَاَهْلِ الْكُفْرِ وَالْاِيْمَانِ ثُمَّ قَالَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ فَجَعَلَهٗ رَحْمَانًا وَّرَحِيْمًا۔

ترجمہ: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عزیز اور حریص کے الفاظ میں اس طرف اشارہ کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے فضل عظیم سے اس کی صفت رحمٰن کے مظہر ہیں کیونکہ آپ کا وجود مبارک سب جہانوں کے لیے رحمت ہے۔ بنی نوع انسان، حیوانات، کافروں، مومنوں سبھی کے لیے۔ پھر فرمایا بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ اور اس میں آپ کو رحمان اور رحیم کے نام دیئے۔“

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ زیر آیت)

اور اس مضمون کے تسلسل میں باری تعالیٰ کا یہ فرمان بھی تو ہے۔ فرماتا ہے وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء:108) اور تجھ کو ہم نے اِس لئے بھیجا ہے کہ تمام عالَم پر نظر رحمت کریں اور نجات کا راستہ اُن پر کھول دیں۔ (تفسیر حضرت مسیح موعودؑ زیر آیت)

حضرت اقدسؑ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

”ہم نے کسی خاص قوم پر رحمت کرنے کے لئے تجھے نہیں بھیجا بلکہ اِس لئے بھیجا ہے کہ تمام جہان پر رحمت کی جاوے۔ پس جیسا کہ خدا تمام جہان کا خدا ہے ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کے لئے رسول ہیں اور تمام دُنیا کے لئے رحمت ہیں اور آپ کی ہمدردی تمام دُنیا سے ہے، نہ کسی خاص قوم سے۔“

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ زیر آیت)

مزید فرماتے ہیں:

”تمام دُنیا پر رحم کر کے ہم نے تجھے بھیجا ہے اور عالَمین میں کافر اور بے ایمان اور فاسق اور فاجر بھی داخل ہیں اور اُن کے لئے رحم کا دروازہ اِس طرح پر کھولا کہ قرآن شریف کی ہدایتوں پر چل کر نجات پاسکتے ہیں۔“

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ زیر آیت)

اور رحمۃٌ للعالَمین ہونے کی نسبت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو خُلقِ عظیم عطا کیا۔ جیسے فرماتا ہے: اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (القلم:5) حضرت اقدسؑ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

”تُو اے نبی! ایک خُلقِ عظیم پر مخلوق و مفطور ہے۔ یعنی اپنی ذات میں تمام مکارمِ اخلاق کا ایسا متمم و مکمّل ہے کہ اُس پر زیادت متصوّر نہیں کیونکہ لفظِ عظیم محاورۂ عرب میں اُس چیز کی صفت میں بولا جاتا ہے جس کو اپنا نوعی کمال پورا پورا حاصل ہو۔“

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ زیر آیت)

اور مزید تفصیل سے فرماتے ہیں:

”خدا تعالیٰ نے بیشمار خزائن کے دروازے آنحضرتؐ پر کھول دیئے سو آنجنابؐ نے ان سب کو خدا کی راہ میں خرچ کیا اور کسی نوع کی تن پروری میں ایک حبّہ بھی خرچ نہ ہوا۔ نہ کوئی عمارت بنائی، نہ کوئی بارگاہ تیار ہوئی بلکہ ایک چھوٹے سے کچّے کوٹھے میں جس کو غریب لوگوں کے کوٹھوں پر کچھ بھی ترجیح نہ تھی اپنی ساری عمر بسر کی۔ **بدی کرنے والوں سے نیکی کر کے دکھلائی اور وہ جو دل آزار تھے اُن کی مصیبت کے وقت اپنے مال سے خوشی پہنچائی۔ سونے کے لئے اکثر زمین پر بستر اور رہنے کے لئے ایک چھوٹا سا جھونپڑا اور کھانے کے لئے نانِ جو یا فاقہ اختیار کیا۔ دُنیا کی دولتیں بکثرت ان کو دی گئیں پر آنحضرتؐ نے اپنے پاک ہاتھوں کو دُنیا سے ذرا آلودہ نہ کیا اور ہمیشہ فقر کو تونگری پر اور مسکینی کو امیری پر اختیار رکھا۔** اور اُس دن سے جو ظہور فرمایا تا اُس دن تک جو اپنے رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے بجُز اپنے مولیٰ کریم کے کِسی کو کچھ چیز نہ سمجھا اور ہزاروں دشمنوں کے مقابلے پر معرکہ جنگ میں کہ جہاں قتل کیا جانا یقینی امر تھا خالصًا خدا کے لئے کھڑے ہو کر اپنی شجاعت اور وفاداری اور ثابت قدمی دکھلائی۔ غرض جُود اور سخاوت اور زُہد اور قناعت اور مردمی اور شجاعت اور محبتِ الٰہیہ کے متعلق جو جو اخلاقِ فاضلہ ہیں وہ بھی خداوند کریم نے حضرت خاتم الانبیاء میں ایسے ظاہر کئے کہ جن کی مثل نہ کبھی دُنیا میں ظاہر ہوئی اور نہ آئندہ ظاہر ہوگی۔“

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ زیر آیت)

یہ ہمارے آقا اور سیّدی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ امّی و ابی) کی روحانی اور فطرتی مناصب علوی تھے جن کی بنا پر باری تعالیٰ نے صرف یہ حکم ہی نہیں صادر فرمایا کہ آپ حضرت کے نمونے کو اختیار کرو بلکہ یہ اعلان بھی کیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ اس رسول پر صلوٰت و درود بھیجتے ہیں اس لئے ہر مومن پر لازم ہے کہ آپ حضرت پر درود و سلام بھیجے۔ باری تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (الاحزاب:57) خدا اور اس کے سارے فرشتے اُس نبی کریمؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایماندارو تم بھی اُس پر درود بھیجو اور نہایت اِخلاص اور محبت سے سلام کرو۔“ (تفسیر حضرت مسیح موعودؑ زیر آیت)

اس فرمانِ خداوندی کی تفسیر میں حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں:

”دُنیا میں کروڑہا ایسے پاک فطرت گزرے ہیں اور آگے بھی ہوں گے لیکن ہم نے سب سے بہتر اور سب سے اعلیٰ اور سب سے خوب تر اس مردِ خدا کو پایا جس کا نام ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (الاحزاب:57) ان قوموں کے بزرگوں کا ذکر تو جانے دو جن کا حال قرآن شریف میں تفصیل سے بیان نہیں کیا گیا صرف ہم اُن نبیوں کی نسبت اپنی رائے ظاہر کرتے ہیں جن کا ذکر قرآن شریف میں ہے جیسے حضرت موسیٰ، حضرت داؤد، حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور دوسرے انبیاء۔ **سو ہم خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا میں نہ آتے اور قرآن شریف نازل نہ ہوتا اور وہ برکات ہم بچشمِ خود نہ دیکھتے جو ہم نے دیکھ لئے تو ان تمام گزشتہ انبیاء کا صدق ہم پر مشتبہ رہ جاتا۔“** (تفسیر حضرت مسیح موعودؑ زیر آیت)

ایک اور مقام پر عظیم الشان نکتۂ نعتِ رسول اکرمؐ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”ہمارے سیّد و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی صدق و وفا دیکھئے۔ آپؐ نے ہر ایک قسم کی بدتحریک کا مقابلہ کیا۔ طرح طرح کے مصائب و تکالیف اٹھائے لیکن پرواہ نہ کی۔ یہی صدق و وفا تھا جس کے باعث اللہ تعالیٰ نے فضل کیا۔ اِسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام فرشتے رسول پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم دُرود و سلام بھیجو نبی پر۔ اِس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسولِ اکرمؐ کے اعمال ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی تعریف یا اَوصاف کی تحدید کرنے کے لئے کوئی لفظِ خاص نہ فرمایا۔ لفظ تو مِل سکتے تھے لیکن خود استعمال نہ کئے۔ **یعنی آپؐ کے اعمالِ صالحہ کی تعریف تحدید سے بیرُوں تھی۔**

اِس قسم کی آیت کسی اور نبی کی شان میں استعمال نہ کی۔ آپؐ کی رُوح میں وہ صدق وصفا تھا اور آپؐ کے اعمال خدا کی نگاہ میں اِس قدر پسندیدہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے یہ حکم دیا کہ آئندہ لوگ شکر گزاری کے طور پر درود بھیجیں۔"

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ زیر آیت)

باری تعالیٰ کے فرمودات اور حضرت اقدس کی تفسیر وتعبیر سے یہ بات تو واضح ہوگئی کہ نعت رسول اکرمؐ کے حقیقی اور بنیادی موضوعات دو ہیں یعنی آپ کا تعلق باللہ اور اپنے متبعین میں اس تعلق کو قائم کرنے کا منصب اور دوسرے آپ کا ہمدردیِ خلق کا جذبہ اور شوق مگر ایک بہت ہی اہم موضوع جس کا تعلق مومنین کی محبت اور عشقِ رسول سے ہے۔ ہم نے جو آیات منصب رسول اکرمؐ کے بیان میں پیش کی ہیں ان میں یہ معانی بھی مضمر ہیں کہ روحانی منصب اور اخلاق حسنہ کے حصول کے لئے عاشقانہ اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم جیسی اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ کے فرمان میں واضح ہے کہ محبتِ الٰہی کا وسیلہ آپ کا اتباع ہے جو محبت رسولؐ سے ہی حاصل ہوسکتا ہے۔

اور یہ فرمان کہ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَ سَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا واضح کررہا ہے کہ ایسا قلبی درود وسلام محبت کے بغیر کیسے نصیب ہوسکتا ہے۔ دراصل اللہ تعالیٰ نے رسول اکرمؐ اور مومنین کے درمیان باپ اور اولاد کا رشتہ قائم فرمایا ہے جیسے کہ فرماتا ہے اَلنَّبِیُّ اَوۡلٰی بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ مِنۡ اَنۡفُسِہِمۡ وَ اَزۡوَاجُہٗۤ اُمَّہٰتُہُمۡ ...الخ (الاحزاب:7) ترجمہ: نبی مومنوں سے ان کی جان کی نسبت بھی زیادہ قریب ہے اور اِس کی بیویاں اِن کی مائیں ہیں۔ اور یہ حکم بھی دیا ہے کہ تم باری تعالیٰ کو ایسی محبت سے یاد کرو (بلکہ اس سے بھی بڑھ کر) جیسے تم اپنے باپوں کو یاد کرتے ہو۔ فَاذۡکُرُوا اللّٰہَ کَذِکۡرِکُمۡ اٰبَآءَکُمۡ اَوۡ اَشَدَّ ذِکۡرًا (البقرۃ:201)

حضرت اقدسؑ باپ بیٹے کے رشتہ کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: فَاذۡکُرُوا اللّٰہَ کَذِکۡرِکُمۡ اٰبَآءَکُمۡ اَوۡ اَشَدَّ ذِکۡرًا۔ یعنی اپنے اللہ عزّ وجلّ کو ایسے دلی جوش محبت سے یاد کرو جیسا باپوں کو یاد کیا جاتا ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ مخدوم اُس وقت باپ سے مشابہ ہوجاتا ہے جب محبت میں غایت درجہ شدت واقعہ ہوجاتی ہے اور حُبّ جو ہر یک کدورت اور غرض سے مصفّا ہے دل کے تمام پردے چیر کر دل کی جڑھ میں اِس طرح سے بیٹھ جاتی ہے کہ گویا اُس کی جُز ہے تب جس قدر جوش محبت اور پیوند شدید اپنے محبوب سے ہے وہ سب حقیقت میں مادر زاد معلوم ہوتا ہے اور ایسا طبیعت سے ہمرنگ اور اُس کی جُز ہو جاتا ہے کہ سعی اور کوشش کا ذریعہ ہرگز یاد نہیں رہتا اور جیسے بیٹے کو اپنے باپ کا وجود تصور کرنے سے ایک روحانی نسبت محسوس ہوتی ہے ایسا ہی اِس کو بھی ہر وقت باطنی طور پر اُس نسبت کا احساس ہوتا رہتا ہے اور جیسے بیٹا باپ کا حُلیہ اور نقوش نمایاں طور پر اپنے چہرہ پر ظاہر رکھتا ہے اور اُس کی رفتار اور کردار اور خو اور بصفائی تام اُس میں پائی جاتی ہے علی ہذا القیاس یہی حال اِس میں ہوتا ہے۔

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ زیر آیت)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھی تو ہے کہ باپ اور اولاد اور تمام انسانوں سے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنا شرط ایمان ہے۔ فرماتے ہیں: لَا یُؤۡمِنُ أَحَدُکُمۡ حَتّٰی اَکُوۡنَ اَحَبَّ اِلَیۡہِ مِنۡ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجۡمَعِیۡنَ۔

(بخاری کتاب الایمان، باب حبّ الرسول من الایمان)

ترجمہ: "تم میں سے کوئی کامل ایمان والا نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے والد اور اپنی اولاد اور تمام انسانوں سے بڑھ کر مجھ سے محبت نہ کرے"

اس مقام تک ہم نے نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب اور اس کے اسالیب ادب کی تعیین میں گزارشات کی ہیں اور آپ کی منقبت میں اللہ تعالیٰ کے فرمودات پیش کئے۔

نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان میں ہم نے بہت اختصار سے آنحضرتؐ کے وہ مناقب اور عظمت بیان کی ہے جو خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمان کی ہے اور یہی وہ حقیقی اور صداقت پر مبنی عظمت رسول ہے جو آپ کی شایانِ شان ہے۔ مگر ہم چاہتے ہیں کہ قرآن کریم کے مناقب کے ذیل میں اور اس کی روشنی میں آنحضرتؐ نے جو اپنی عظمت وشان بیان کی اور اس کو بھی چند الفاظ میں پیش کردیں۔

احادیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے مناقب کے بیان سے بھرپور ہیں ہم ان فرمودات میں سے صرف تین اقتباسات پیش کرتے ہیں۔

اوّل مقام پر ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرض منصبی کو بیان کرتے ہیں جس کی بجا آوری کے لئے آپ کو اور دیگر تمام انبیاء علیہم السلام کو مبعوث کیا گیا ہے جیسا کہ گزشتہ میں سورہ ہود کی آیت نمبر 2 اور 3 میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تفسیر کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ آپ کو خدائے واحد پر ایمان اور صرف اس کی عبادت کے قیام کے لئے مبعوث کیا گیا ہے۔ اس منصب عالی کے بیان میں آپ فرماتے ہیں کہ نوعِ انسانی میں سب سے اوّل آپ کو واحد خدا کی شناخت کا عطیہ دیا گیا اور منصب نبوّت سے سرفراز کیا گیا ہے۔

فرماتے ہیں: عَنۡ اَبِیۡ ھُرَیۡرَۃَ قَالَ قَالُوۡا یَارَسُوۡلَ اللّٰہِ ﷺ مَتٰی وَجَبَتۡ لَکَ النُّبُوَّۃُ قَالَ وَاٰدَمُ بَیۡنَ الرُّوۡحِ وَالۡجَسَدِ۔

(ترمذی ابواب المناقب)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے لئے نبوت کب واجب ہوئی؟ آپ نے فرمایا اس وقت جب کہ حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔

حضرت اقدس اس منصب عالی کے بیان میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوال "اَلَسۡتُ بِرَبِّکُمۡ" کیا میں تمہارا خدا نہیں؟ کے جواب میں سب سے اوّل "بَلٰی" کہنے والی روح آنحضرتؐ کی تھی اس لئے آپ "آدمِ توحید" ہیں فرمایا:

روحِ اُو در گفتن قولِ "بَلٰی" اوّل کسے
آدم توحید و پیش از آدمش پیوند یار

ترجمہ: قولِ بَلٰی کہنے میں اس کی روح سب سے اوّل ہے وہ توحید کا آدم ہے اور آدم سے بھی پہلے یار (اللہ) سے اس کا تعلق تھا۔

یہی وہ اوّلین منصب رسول اکرمؐ ہے جس کی ذیل میں آپ کے تمام اسماءِ ذاتی اور صفاتی آتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابوطفیل سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میرے ربّ کے نزدیک میرے دس نام ہیں۔ میں محمد۔ احمد۔ فاتح۔ خاتم۔ ابوالقاسم۔ حاشر۔ عاقب۔ ماحی۔ یٰسٓ اور طٰہٰ ہوں"

(خصائص الکبریٰ زیر باب آنحضرتؐ کے اسماءِ صفاتی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس قدر بھی اپنے مناقب بیان فرمائے ہیں وہ سب برحق ہیں اور ہم ان سب کو دل وجان سے قبول کرتے ہیں۔ مگر دو فرمودات تو ایسے دلربا ہیں کہ ان میں آپ کی شان کے تعلق میں تمام عظیم الشان مناقب جمع ہوگئے ہیں اور ان میں ہمارے لیے ایک نوید جانفزا بھی ہے کہ آپ جیسا رحیم اور درگزر کرنے والا نبی ہماری شفاعت کرے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

فرماتے ہیں:

اَلَاوَ اَنَا حَبِیۡبُ اللّٰہِ وَلَا فَخۡرَ وَ اَنَا حَامِلُ لِوَاءِ الۡحَمۡدِ یَوۡمَ الۡقِیَامَۃِ وَلَا فَخۡرَ وَاَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَاَوَّلُ مُشَفَّعٍ یَوۡمَ الۡقِیَامَۃِ ولَا فَخۡرَ۔ وَاَنَا اَوَّلُ مَنۡ یُّحَرِّکُ حَلَقَ الۡجَنَّۃِ فَیَفۡتَحُ اللّٰہُ لِیۡ فَیُدۡخِلُنِیۡہَا وَمَعِیۡ فُقَرَاءُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَلَا فَخۡرَ وَاَنَا اَکۡرَمُ الۡاَوَّلِیۡنَ وَالۡاٰخَرِیۡنَ وَلَا فَخۡرَ۔

(ترمذی ابواب المناقب)

ترجمہ: سن لو! مَیں اللہ کا حبیب ہوں اور کوئی فخر نہیں۔ میں قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اٹھانے والا ہوں اور کوئی فخر نہیں۔ قیامت کے دن سب سے پہلا شفیع بھی میں ہی ہوں اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول کی جائیگی اور کوئی فخر نہیں۔ سب سے پہلے جنت کا کنڈا کھٹکھٹانے والا بھی میں ہوں۔ اللہ تعالیٰ میرے لئے اسے کھولے گا اور مجھے داخل کرے گا۔ میرے ساتھ فقیر وغریب مومن ہوں گے اور کوئی فخر نہیں۔ میں اولین وآخرین میں سب سے زیادہ مکرم ہوں لیکن کوئی فخر نہیں۔

اِسی مضمون میں ایک اور بہت پیاری روایت ہے فرماتے ہیں:

ابی سعید قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ: اَنَا سَیِّدُ وُلۡدِ اٰدَمَ یَوۡمَ الۡقِیَامَۃِ وَلَا فَخۡرَ بِیَدِیۡ لِوَاءُ الۡحَمۡدِ وَلَا فَخۡرَ، وَمَامِنۡ نَبِیٍّ یَوۡمَئِذٍ-اٰدَمُ فَمَنۡ سِوَاہُ؟ اِلَّا تَحۡتَ لِوَائِیۡ، وَاَنَا اَوَّلُ مَنۡ تَنۡشَقُّ عَنۡہُ الۡاَرۡضُ وَلَا فَخۡرَ۔

(ترمذی ابواب المناقب باب ماجاء فی مناقب النبیؐ)

ترجمہ: ابی سعید سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا "میں قیامت کے دن بنی آدم کا سردار ہوں گا مگر کوئی فخر نہیں ہے اور میرے ہاتھ میں حمد باری تعالیٰ کا جھنڈا ہوگا اور کوئی فخر نہیں ہے اور نبیوں میں سب کے سب (آدم اور اس کے سوا) میرے جھنڈے تلے ہوں گے اور کوئی فخر نہیں ہے اور سب سے اوّل میرے لئے زمین شق کی جائے گی اور کوئی فخر نہیں ہے۔

اس مضمون میں ایک اور فرمان بھی سُن لیں۔ فرمایا:

قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ: اَنَا اَوَّلُ النَّاسِ خُرُوۡجًا اِذَا بُعِثُوۡا وَ اَنَا خَطِیۡبُھُمۡ اِذَا وَفَدُوۡا وَ اَنَا مُبَشِّرُھُمۡ اِذَا یَئِسُوۡا وَ لِوَاءُ

اَلْحَمْدِ یَوْمَئِذٍ بِیَدِیْ وَاَنَا اَکْرَمُ وُلْدِ آدَمَ عَلٰی رَبِّیْ وَلَا فَخْرَ۔ (ترمذی باب المناقب)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلے میں ہی اٹھنے والا ہوں۔ جب لوگ وفد بن کر جائیں گے تو میں ہی ان کا خطیب ہوں گا وہ ناامید ہوں گے تو میں ہی ان کو خوشخبری سنانے والا ہوں گا اس دن حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور میں اپنے ربّ کے ہاں اولادِ آدم میں سب سے زیادہ مکرم ہوں گا اور اس پر مجھے فخر نہیں۔

اُردو زبان میں

اب ہم حضرت اقدسؑ کی نعت ہائے رسولؐ کے نمونے پیش کرتے ہیں ابتدا آپ کی اردو نعت سے کرتے ہیں جو اردو زبان میں نعت کا عظیم الشان نمونہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی مقام کے بیان میں اور آپ حضرتؐ کے فیض اور آپ سے محبت کے اظہار میں نہایت درجہ سادہ اور سہل زبان میں مگر معارف سے بھری ہوئی نعت سرور عالی مقام ہے۔

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اُس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے

سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیر الورٰی یہی ہے
پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں ایک قمر ہے
اس پر ہر اک نظر ہے۔ بدر الدجیٰ یہی ہے
پہلے تو رہ میں ہارے پار اُس نے ہیں اُتارے
میں جاؤں اس کے وارے بس ناخدا یہی ہے
پردے جو تھے ہٹائے اندر کی رہ دکھائے
دل یار سے مِلائے وہ آشنا یہی ہے
وہ یار لامکانی وہ دلبر نہانی
دیکھا ہے ہم نے اس سے بس رہنما یہی ہے
وہ آج شاہ دیں ہے وہ تاج مرسلیں ہے
وہ طیب و امیں ہے اس کی ثنا یہی ہے
حق سے جو حُکم آئے سب اُس نے کر دکھائے
جو راز تھے بتائے نعم العطا یہی ہے
آنکھ اس کی دُوربیں ہے دِل یار سے قریں ہے
ہاتھوں میں شمعِ دیں ہے عینُ الضیاء یہی ہے
جو رازِ دیں تھے بھارے اُس نے بتائے سارے
دولت کا دینے والا فرماں روا یہی ہے
اُس نور پر فدا ہوں اُس کا ہی مَیں ہوا ہوں
وُہ ہے۔ مَیں چیز کیا ہوں۔ بس فیصلہ یہی ہے
وہ دلبرِ یگانہ عِلموں کا ہے خزانہ
باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے
سب ہم نے اُس سے پایا شاہد ہے تُو خدایا
وہ جس نے حق دِکھایا وُہ مہ لِقا یہی ہے
ہم تھے دِلوں کے اندھے سَو سَو دلوں میں پھندے
پھر کھولے جس نے جِندرے وہ مجتبیٰ یہی ہے

مشاہدہ کریں کہ کیسا اتّباع قرآن کریم ہے۔ مطلع ''قَدْ جَآءَکُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ'' سے شروع ہوا ہے اور بہت دلفریب انداز میں بیان ہوا ہے۔

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے ''نُور'' سارا
نام اُس کا ہے محمدؐ دل بر مِرا یہی ہے

اور بعد کے تین شعر انبیاء علیہم السلام کے مقابل پر آپ کے منصب کے بیان میں ہیں۔ یعنی ''پہلوں سے خوب تر ہے'' سے لے کر ''پردے جو تھے ہٹائے اندر کی رہ دکھائے'' تک آپؐ کا وہ مقام بیان ہوا ہے جو آپ کو خداتعالیٰ نے الہامًا بتایا تھا ''پاک محمد مصطفٰے نبیوں کا سردار''۔ آگے بڑھ کر ''وہ یار لامکانی وہ دلبر نہانی'' سے لیکر ''جو رازِ دیں تھے بھارے اُس نے بتائے سارے'' تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ مقام بیان ہوا ہے جو باری تعالیٰ نے لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوااللّٰہَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَکَرَاللّٰہَ کَثِیْرًا (الاحزاب:22) کے فرمان میں بیان کیا ہے۔

دوبارہ مشاہدہ کرلیں نہایت درجہ حسین اور دلربا کلام ہے۔ 'وہ یار لامکانی وہ دلبر نہانی' سے لے کر 'دیکھا ہے ہم نے اس سے بس راہ نما یہی ہے'۔ اور آخر پر 'اس نور پر فدا ہوں' سے لے کر 'ہم تھے دلوں کے اندھے' تک ایک والہانہ اظہار محبت ہے اور آنحضرتؐ کے روحانی فیوض کا نذرانۂ تشکر ہے۔ فرماتے ہیں:

ہم تھے دِلوں کے اندھے سَو سَو دلوں میں پھندے
پھر کھولے جس نے جندرے وہ مُجتبٰی یہی ہے

اس اسلوب پر ایک اور عظیم الشان نعت کا بھی مشاہدہ کریں۔ اس نعت میں ایک ندرت بیان یہ بھی ہے کہ اس کا مطلع صداقت اسلام کے بیان میں ہے۔ نعت رسول میں یہ اس لحاظ سے نادر بات ہے کہ حقیقت میں آنحضرتؐ کی نعت و منقبت کا مدار اِسی پر ہے کہ آپ حضرت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری دین اور آخری کتاب کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ اس حقیقت کو آپ نے بہت ہی حسین انداز میں پیش کیا ہے اور یہی آپ حضرت کی نعت کا نقطۂ مرکزی ہے۔ فرماتے ہیں:

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دِیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے
کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دِکھلائے
یہ ثمر باغِ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے
ہم نے اِسلام کو خود تجربہ کرکے دیکھا
نور ہے نور اُٹھو دیکھو سُنایا ہم نے
اور دِینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا
کوئی دِکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے

اور آگے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نورِ الٰہی کے حامل ہونے کا بیان ہے اور پھر آپ کی محبت میں اس نور سے نہایت درجہ حصہ پانے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک عاشقانہ دعا ہے۔

مصطفٰے پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت
اس سے یہ نور لیا بار خدایا ہم نے

فرماتے ہیں:

آؤ لوگو! کہ یہیں نُورِ خدا پاؤ گے!!
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے
آج اِن نوروں کا اِک زور ہے اِس عاجز میں
دِل کو اِن نوروں کا ہر رنگ دلایا ہم نے
مصطفٰے پر ترا بیحد ہو سلام اور رحمت
اُس سے یہ نور لیا بارِ خُدایا ہم نے
ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مُدام
دِل کو وُہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے
اُس سے بہتر نظر آیا نہ کوئی عالَم میں
لاجَرَم غیروں سے دل اپنا چھڑایا ہم نے

اور عشقِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے محامد میں بیان کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

تیرے مُنہ کی ہی قسم میرے پیارے احمدؐ
تیری خاطر سے یہ سب بار اُٹھایا ہم نے
تیری اُلفت سے ہے معمُور مِرا ہر ذرّہ
اپنے سینہ میں یہ اِک شہر بسایا ہم نے
دِلبرا! مُجھ کو قسم ہے تری یکتائی کی
آپ کو تیری محبت میں بھلایا ہم نے
بخدا دِل سے مِرے مِٹ گئے سب غیروں کے نقش
جب سے دِل میں یہ ترا نقش جمایا ہم نے
دیکھ کر تجھ کو عجب نور کا جلوہ دیکھا
نور سے تیرے شیاطیں کو جلایا ہم نے
ہم ہوئے خیرِ اُمم تجھ سے ہی اے خیرِ رسلؐ
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے
آدمی زاد تو کیا چیز فرشتے بھی تمام
مدح میں تیری وُہ گاتے ہیں جو گایا ہم نے
قوم کے ظلم سے تنگ آ کے مرے پیارے آج
شورِ محشر تیرے کُوچہ میں مچایا ہم نے

آپؐ کے مناقب میں بے انتہا پُر معرفت اور فرمانِ قرآن کی اتّباع میں یہ پُرعظمت شعر فرمایا۔

ہم ہوئے خیرِ اُمم تجھ سے ہی اے خیرِ رسلؐ
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

یہ شعر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا ترجمہ ہے: کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (آل عمران: 111) ہم نے اختصار کی غرض سے شانِ اسلام اور نعتِ رسول اکرمؐ کی نظم سے صرف نعتیہ اشعار کو اختیار کیا ہے کیونکہ ہم شانِ اسلام سے متعلق اشعار کو ایک جداگانہ موضوع کے طور پر پیش کریں گے۔ گو یہ نظم اس شان کی ہے کہ اس کا مکمل طور پر مطالعہ کرنا بہت لطف دیتا ہے۔

آخر پر ایک چھوٹی سی صرف چار اشعار پر مشتمل نعت ہے بہت ہی سادہ و پُرکار ہے۔ نعت کے تمام مضمون اس میں جمع ہیں۔ محبت رسول بھی ہے۔ منصب رسول بھی ہے۔ اور شانِ قرآن کریم بھی۔ اور آخر پر بہت پیارے انداز میں فرمایا ہے:

ابنِ مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غُلامِ احمد ہے

غلام احمد اضافت کے ساتھ بہت ہی خوبصورت موازنہ ہے جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''عُلَمَآءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَآءِ بَنِیْ اِسْرَآئِیل'' یعنی میری امّت کے علماءِ ربّانی بنی اسرائیل کے انبیاء کا منصب رکھتے ہیں۔ اور غلام احمد نام کے طور پر بھی حسین ہیں کیونکہ آپ مسیح الزمان ہیں اِن معنوں ہی میں آپ پر خدا کا الہام ہوا اور باری تعالیٰ کی نہایت درجہ حسین نعت ظہور میں آئی۔

الہام حضرت:

برتر گمان و وہم سے احمدؐ کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے

سبحان اللہ۔ اس نعت کا کون مقابل ہوگا۔ پوری نظم پیش ہے۔

زندگی بخش جامِ احمدؐ ہے
کیا ہی پیارا یہ نامِ احمدؐ ہے
لاکھ ہوں انبیاء مگر بخُدا
سب سے بڑھ کر مقامِ احمدؐ ہے
باغِ احمدؐ سے ہم نے پھَل کھایا
میرا بُستاں کلامِ احمدؐ ہے
ابنِ مریم کے ذِکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غُلامِ احمدؐ ہے

(ادب المسیح علیہ السلام۔ صفحہ 242 تا 266)

★★★

نعت خاتم النّبیّین صلی اللہ علیہ وسلم

ذیل میں مولانا ظفر محمد ظفر صاحب مرحوم کا ایک انتہائی خوبصورت نعتیہ کلام پیش ہے جو آپ کے پوتے مکرم آصف احمد ظفر بلوچ ربوہ نے ہمیں بغرض اشاعت بھجوایا ہے۔ نظم سے قبل شاعر کا مختصر تعارف پیش ہے جو روزنامہ الفضل ربوہ 9 مئی 2015 صفحہ 6 پر درج مکرم ایف شمسؔ صاحب کے مضمون سے ماخوذ ہے۔(ادارہ)

مولانا ظفر محمد صاحب ظفر جماعت کے دیرینہ خادم، سابق پروفیسر جامعہ احمدیہ اور عربی اُردو اور فارسی کے قادر الکلام شاعر تھے۔ 9/ اپریل 1908ء کو بستی مندرانی ضلع ڈیرہ غازی خان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد حضرت حافظ فتح محمد خان صاحب مندرانی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی تھے۔ محترم مولانا صاحب اُردو کے اعلیٰ پائے کے خوش گو شاعر تھے۔ ان کو عربی اور فارسی نظم لکھنے کا بھی ملکہ عطا ہوا تھا۔ آپ عربی فارسی اور اُردو کے فاضل تھے اور سب میں برابر دسترس تھی۔ مدرسہ احمدیہ قادیان سے فارغ التحصیل ہو کر سلسلہ کی خدمت میں ساری زندگی مستعد رہے۔ آپ کا زیادہ تر لگاؤ قرآن کریم سے تھا۔ قرآن کریم کے حوالے سے متعدد مضامین الفضل اور دیگر جماعتی رسائل و جرائد میں شائع ہوتے رہے۔ قرآن کریم کی تفسیر میں آپ کو بڑا کمال حاصل تھا۔ علم عروض میں بھی آپ مہارت رکھتے تھے۔ آپ کی شاعری میں شریعت کے محاسن، حمد باری تعالیٰ، قرآن کریم کی مدح، دعوت الی اللہ اور اخلاق حسنہ کی جھلک ملتی ہے۔

آپ کے مجموعہ کلام کا پہلا ایڈیشن کلام ظفر آپ کی زندگی میں 1980ء میں شائع ہوا تھا جو ادب شناس احباب میں بہت مقبول ہوا۔ اُس وقت حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالی) نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ یہ مجموعہ کلام علم و فضل کا ایک مرقع اور ایک خوشنما پھولوں کا گلدستہ ہے جسے آپ کے خلوص اور ایمان نے ایک عجیب تازگی اور مہک عطا کر دی ہے۔ محترم شیخ محمد احمد مظہر صاحب نے لکھا تھا کہ ان کا اُسلوب کلام، سلاست اور روانی، محاورہ اور بندش کی خوبی اور فن، شاعری کے لحاظ سے ایک قابل قدر تصنیف ہے۔

یہ نظم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے ایک خاص واقعہ کی ترجمان ہے۔ جنگ حُنین میں کافروں نے جب ارد گرد کی پہاڑیوں سے مسلمانوں پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی تو مسلمانوں کی سواریاں بھاگ اُٹھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بجز چند صحابہؓ کے تنہا میدان میں رہ گئے مگر اس حالت میں بھی حضور آگے بڑھ رہے تھے۔ حضرت عباسؓ نے حضور کو روکنا چاہا۔ تو آپؐ نے فرمایا مجھے مت روکو۔ اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ۔ اس نظم میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

یا حبیبَ اللہ اللہ کے مُحِبّ جانتا تھا مسمریزم تُو نہ طِب
صدیوں کے بیمار اچھے کر دیئے تو ہے عیسیٰ یا ابن عبدالمطّلب

لَا کَذِبْ اَنْتَ النَّبِیُّ لَا کَذِبْ

تھی سلیماں کی حکومت رِیح پر آپؐ بھی ان سے نہیں ہیں کم مگر
مَا رَمَیْتَ پر ذرا کیجئے نظر تو سُلیماں یا ابن عبدالمطّلب

لَا کَذِبْ اَنْتَ النَّبِیُّ لَا کَذِبْ

حق نے بخشا تجھ کو وہ فصل الخطاب جس سے عاجز آ گئے اہلِ کتاب
تھی تِری تقریر ہر اک لا جواب تو ہُوا داؤد یا ابن المطّلب

لَا کَذِبْ اَنْتَ النَّبِیُّ لَا کَذِبْ

موسوی اعجاز اِنشقّ الحجر آپ کا اعجاز وانشق القمر
دونوں میں ہے قدرتِ حق جلوہ گر تو ہے موسیٰ یا ابن عبدالمطّلب

لَا کَذِبْ اَنْتَ النَّبِیُّ لَا کَذِبْ

معرفت کا تو ہے وہ بحرِ عظیم محوِ حیرت ہے جہاں چشمِ کلیم
کشتیٔ مسکین و دیوارِ یتیم تو خضر ہے یا ابن عبدالمطّلب

لَا کَذِبْ اَنْتَ النَّبِیُّ لَا کَذِبْ

یُوسُفِ مظلوم جُبّ میں مضطرب اور غارِ ثور میں تو محتجب
ظالموں پر قحط آیا ''فَارْتَقِبْ'' تو ہے یوسف یا ابن عبدالمطّلب

لَا کَذِبْ اَنْتَ النَّبِیُّ لَا کَذِبْ

کعبۃُ اللہ میں جو رکھے تھے صنم جن کے آگے گردنیں تھیں سب کی خَم
کر دیئے اُن سب کے تُو نے سر قلم تُو ہے ابراہیم یا ابن المطّلب

لَا کَذِبْ اَنْتَ النَّبِیُّ لَا کَذِبْ

جب ضلالت کا بپا طوفان تھا غرقِ بحرِ معصیت انسان تھا
اس گھڑی میں تُو ہی کشتی بان تھا نُوح ہے تو یا ابن عبدالمطّلب

لَا کَذِبْ اَنْتَ النَّبِیُّ لَا کَذِبْ

تو ہے سرِّ ابتدائے زندگی تیری ہستی منتہائے زندگی
تجھ سے وابستہ بقائے زندگی تُو ہے آدم یا ابن عبدالمطّلب

لَا کَذِبْ اَنْتَ النَّبِیُّ لَا کَذِبْ

الغرض جتنے ہوئے پیغامبر تھے وہ جن جن خوبیوں سے بہرہ وَر
تُو ہے جامع سب کا قصّہ مختصر یا محمد یا ابن عبدالمطّلب

لَا کَذِبْ اَنْتَ النَّبِیُّ لَا کَذِبْ

تیرے دم سے ہم ہوئے خیر الاُمم تیرے بڑھنے سے بڑھا اپنا قدم
ختم تجھ پر خوبیاں کانِ کرم تُو ہے خاتَم یا ابن عبدالمطّلب

لَا کَذِبْ اَنْتَ النَّبِیُّ لَا کَذِبْ

اہلِ تثلیث و یہود و بُت پرست تُو اکیلے نے ہی دی سب کو شکست
چھا گئے رُوئے زمیں پر تیرے مست یا جریَّ اللہ یا ابن المطّلب

لَا کَذِبْ اَنْتَ النَّبِیُّ لَا کَذِبْ

جب جگا کر تجھ سے دشمن نے کہا کون اب تجھ کو بچائے گا بتا
مُسکرا کر آپؐ نے فرما دیا ''میرا مولیٰ'' یا ابنَ عبدالمطّلب

لَا کَذِبْ اَنْتَ النَّبِیُّ لَا کَذِبْ

یا مُطیعَ الْاَمرِ ''واسجد واقترِب'' اِنَّ قلبی نحو حُسنِكَ قد جُذِب
وَالجَنانُ فی فِراقِكَ مُضطرِب یا محمد یا ابن عبد المطّلب

لَا کَذِبْ اَنْتَ النَّبِیُّ لَا کَذِبْ

روزِ محشر جب نبی جائیں گے ڈر خلق کی ہو گی فقط تجھ پر نظر
تب پکارے گا تجھے آثم ظفرؔ یا شفیعَ الخَلقِ یا ابن المطّلب

لَا کَذِبْ اَنْتَ النَّبِیُّ لَا کَذِبْ

نوٹ: یہ نظم الفضل قادیان 23 نومبر 1945ء میں شائع ہوئی۔ بعد میں رسالہ الفرقان خاتم النبیین نمبر دسمبر 1952ء صفحہ 63,64 میں حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب نے اسے شائع کرتے ہوئے یہ نوٹ تحریر فرمایا: ''یہ پُر کیف نظم جناب مولوی ظفر محمد صاحب فاضل پروفیسر جامعہ احمدیہ نے ایک خاص ساعت میں لکھی ہے۔ اس میں غزوہ حنین کے موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فوجِ اعداء میں گھر جانے کے باوجود اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ، اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ کہتے ہوئے آگے بڑھنے کا نظارہ سامنے ہے۔ شاعر نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جامعیت اور خاتمیت کو دلکش انداز میں قلم بند کیا ہے۔ جزاہ اللہ خیرًا''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت ایک عظیم سپہ سالار

بریگیڈیئر (ر) دبیر احمد پیر

تعارف

مسلمانوں کو اپنے دفاع میں دشمن سے لڑائی کی اجازت ملنے کے بعد رسول اللہ کی زندگی میں 28 غزوات اور 44 سرایا ہوئے (کُل 78 مہمات)۔ اس طرح 8 سالوں میں ہر سال اوسطاً 9 مہمات بھیجی گئیں۔ ان مہمات میں مسلمانوں کی تعداد چند افراد سے لے کر 30000 افراد تک تھی۔ وہ مسلمان جو کہ مکّہ میں کم تعداد کی وجہ سے بہت کمزور تھے مدینہ میں ایک آزاد ریاست کے طور پر ابھرے۔ یہ ٹرانسفارمیشن (transformation) صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فہم و فراست کی وجہ سے عمل میں آئی۔ آپؐ نے ایک سپاہی کے طور پر بھی غزوات میں حصہ لیا اور دفاعی جنگوں میں بطور جرنیل اپنے لشکر کی کمان کر کے بھی کامل نمونہ پیش کیا اور جنگوں میں عمومی طور پر کم تعداد کے باوجود فتوحات حاصل کیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم perfection کا نمونہ اور خوبیوں کا مجموعہ تھے۔ اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بہت ہی اعلیٰ پائے کے لیڈر، حکمران (statesman) اور فوجی کمانڈر تھے۔

مسلمانوں کو جنگ کی اجازت ملنے سے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک کے عرصے کو چار حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

1- ہجرت سے غزوۂ بدر تک کا درمیانی عرصہ۔
2- غزوۂ بدر سے غزوۂ احزاب تک کا عرصہ۔
3- غزوۂ احزاب سے غزوۂ حنین تک کا عرصہ۔
4- غزوۂ تبوک۔

ہجرت سے غزوۂ بدر تک کا درمیانی عرصہ اس عرصے میں چار غزوات اور چار سرایا ہوئے

ان مہمات کے مقاصد:

... مقامی قبائل سے معاہدے: رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ ہجرت کرنے کے بعد مدینہ عرب کے مسلمانوں کا (Base) بن چکا تھا جس کی سیکورٹی بہت ضروری تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے گردونواح کے قبائل سے معاہدے کئے تا کہ کفار مکّہ انہیں مسلمانوں کے خلاف استعمال نہ کر سکیں۔

انٹیلیجنس اکٹھی کرنا

ان مہمات کا ایک اور بڑا مقصد دشمن کی نقل وحرکت، تعداد اور اس کے ارادے کے بارے میں بروقت معلومات حاصل کرنا اور اگر کوئی خطرہ درپیش ہو تو بروقت اطلاع (early warning) دینا تھا۔

- مدینہ کے گردونواح کے علاقے کو زیر اثر (dominate) کرنا۔
- مکّہ سے شام جانے والے راستوں کو زیر اثر (dominate) کرنا۔

حکمت عملی

ان مقاصد کے حصول کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین شاخہ حکمت عملی اپنائی تھی۔

1- دشمن کو مدینہ (مسلمانوں کے Base) سے دُور رکھنا۔
2- دشمن کو اقتصادی طور پر غیر محفوظ کرنا۔
3- مقامی قبائل کے ساتھ معاہدے کر کے پورے علاقے سے قریش کے اثر ورسوخ کو ختم کرنا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسلامی دستوں کی حرکات (movements) کامیاب کارروائیوں اور اثرات کی وجہ سے اپنے تمام مقاصد حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔

غزوۂ بدر سے غزوۂ احزاب تک کا عرصہ اس 3 سال کے عرصے میں 13 غزوات اور 2 سرایا ہوئے

جنگی نقطۂ نظر سے مسلمانوں کے لئے یہ بہت ہی حساس دَور تھا جس کے دوران 3 بڑے غزوات ہوئے۔ بدر، اُحد اور احزاب۔ ان غزوات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثال حکمت عملی اور منفرد طریق جنگ کی وجہ سے مسلمانوں کو فتوحات حاصل ہوئیں اور قریش کا کوئی بھی کمانڈر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں باوجود بڑی فوج، بہتر ہتھیار اور رسد کی فراوانی کے کامیاب نہ ہو سکا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر غزوہ میں عربوں کے روایتی طریق جنگ سے ہٹ کر پلان بنائے اور انہیں اتنی خوبی سے پورا کیا کہ آج بھی اس کی نظیر نہیں ملتی۔ دشمن کو ہر مرتبہ surprise کیا جس کی وجہ سے وہ اپنا balance برقرار نہ رکھ سکا اور اس کے قدم اکھڑ گئے۔

غزوۂ بدر سے غزوۂ احزاب کے درمیانی عرصہ کا تجزیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت عملی (strategy)

1- خلاف توقع کام اچانک پن (surprise)

اس عرصہ کی تمام مہمات میں سے صرف ایک مرتبہ قریش نے اچانک پن حاصل کیا جب انہوں نے غزوۂ اُحد کے دوران درّہ پر حملہ کیا اور وہ بھی مسلمانوں کی غلطی کی وجہ سے۔ باقی تمام غزوات و سرایا میں مسلمانوں نے اپنی پسند کی جگہ اور وقت پر قریش کا سامنا کیا۔ جس کی وجہ سے کثیر تعداد میں ہونے کے باوجود کفار مسلمانوں کا مقابلہ نہ کر سکے۔

2- بدر اور اُحد میں مسلمانوں کی movement and selection of battle field اور احزاب میں خندق دشمن کے لئے ایک ناگہانی صورتحال تھی جس کے لئے وہ پہلے سے تیار نہیں تھا۔

3- اسلامی فوج نے دفاعی حالت میں جارحانہ قابلیت حاصل کی۔ ریزرو کا استعمال، command structure، تیراندازوں کا استعمال اور فوج کا layout ان باتوں نے اسلامی فوج کو کم تعداد کے باوجود دشمن سے بہت superior بنا دیا تھا۔

4- دشمن کے strategic balance (فوجی توازن) کو منتشر (disrupt) کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کے تجارتی راستوں کو خطرے میں ڈالا جو کہ اس کی life line تھے۔ اس طرح اس کی اکانومی کو بھی خطرے میں ڈالا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب قبائل کے ساتھ معاہدے کر کے اعلیٰ strategic result حاصل کئے۔ دشمن کو external bases سے محروم رکھا جنہیں استعمال کر کے وہ مسلمانوں کے خلاف ڈائریکٹ/ انڈائریکٹ حملے کر سکتا تھا۔

- قریش کو ایسی طاقتوں سے محروم کیا جن سے وہ خود معاہدے کر کے مسلمانوں کے خلاف استعمال کر سکتا تھا۔
- بدر میں پانی کو بطور ہتھیار استعمال کیا۔ اُحد میں فوج کو مکمل تباہی سے بچا لیا۔ احزاب میں دشمن کے معاہدوں کو اپنی حکمت عملی سے تڑوا دیا۔

غزوۂ احزاب کے بعد کے حالات کا تجزیہ

1- مدینہ میں شرپسند عناصر ختم ہو گئے اور وہاں پر کوئی ایسا گروپ باقی نہیں رہا تھا جس سے قریش ساز باز کر سکتے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدوں کی خلاف ورزی کی وجہ سے یہود قبائل بنی قینقاع، بنی نضیر اور بنی قریظہ کو مدینہ سے نکال دیا تھا۔

2- مدینہ کے سیکورٹی parameter میں توسیع ہوئی۔

3- اسلام میں داخل ہونے کی وجہ سے مدینہ کی آبادی بڑھ گئی تھی۔ غزوۂ بدر میں 313، غزوۂ اُحد میں 1000 جبکہ غزوۂ احزاب میں 3000 صحابہ نے حصہ لیا۔

4- مسلمان اب ایک recognizable طاقت بن چکے تھے جن سے قریش اور باقی قبائل گھبرانے لگے تھے۔

اسیران جنگ

غزوۂ بدر کے قیدیوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس بھی تھے۔ باوجود اس کے کہ صحابہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ان کا خیال رکھنا چاہتے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کوئی رعایت نہیں دی اور ان سے وہی سلوک کیا جو باقی قیدیوں کے ساتھ کیا جا رہا تھا۔ اس کے علاوہ جو قیدی پڑھنا جانتے تھے ان کا صرف یہی فدیہ مقرر کیا کہ وہ مدینہ کے دس لڑکوں کو پڑھنا سکھا دیں۔ بعض جن کا فدیہ دینے والا کوئی نہیں تھا ان کو یونہی آزاد کر دیا، جو فدیہ دے سکتے تھے ان سے مناسب فدیہ لیکر ان کو چھوڑ دیا۔ اس طرح پرانی رسم کو کہ قیدیوں کو غلام بنا کر رکھا جاتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ختم کر دی۔

غزوۂ احزاب سے غزوۂ حنین (طائف) تک کا عرصہ
اس 3 سال کے عرصے میں 9 غزوات اور 33 سرایا ہوئے
(کل 42 مہمات ہوئیں)

اس عرصہ کے بڑے واقعات صلح حدیبیہ، غزوۂ خیبر، فتح مکہ اور غزوۂ حنین (طائف) تھے۔

اس عرصہ میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت عملی (strategy)

1- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے geo-political حالات پر گہری نظر رکھی ہوئی تھی اور اسی پر Base کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی operational strategy ترتیب دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ ایک نہ ایک دن یہودیوں کے ساتھ فیصلہ کن جنگ کرنی پڑے گی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان کے ساتھ کوئی لڑائی شروع نہیں کی۔ یہود کی خیبر کی طرف migration پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم گہری نظر رکھے ہوئے تھے۔

2- صلح حدیبیہ کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بڑی کامیابی حاصل ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کے دو بڑے دشمنوں کو ایک دوسرے سے الگ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

3- اس معاہدے کی رو سے جنگ کی صورت میں قریش اور یہود مسلمانوں کے خلاف ایک دوسرے کی مدد نہیں کر سکتے تھے۔

4- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے geo-military situation کا نہایت ہی باریک بینی سے جائزہ لیتے ہوئے اپنے timings اور priorities سیٹ کیں، ایک دشمن کو معاہدہ کر کے الگ کیا اور دوسرے دشمن سے جنگ کر کے اسے شکست دی اور پھر اس سے معاہدے کئے۔

فتح مکہ

5- فتح مکہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسی psychological approach اختیار کی تا کہ بغیر خون بہائے مکہ فتح ہو جائے اور قریش کی ہمت بھی جواب دے جائے۔ اس سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درج ذیل اقدام لئے:

الف) اسلامی فوج کی تیاری اور مومنٹ اس طرح کی گئی کہ قریش کو اس کا علم ہی نہ ہو سکا اور مسلمان ان کے اتنے نزدیک پہنچ گئے کہ ان کے پاس reactiontime نہیں تھا۔

ب) مکہ کے نزدیک پہنچ کر پڑاؤ ڈالنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ تمام خیموں کے آگے آگ جلائی جائے۔ اس طرح اتنے زیادہ الاؤ ایک ہیبتناک نظارہ پیش کر رہے تھے کیونکہ اس زمانے میں لشکر کے سائز کا اندازہ اسی طرح لگایا جاتا تھا۔ اس اطلاع نے سرداران قریش کی ہمت توڑ دی۔

ج) جب اسلامی لشکر مکہ کی طرف بڑھنا شروع ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ کسی سڑک کے کونے پر ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کو لے کر کھڑے ہو جاؤ تا کہ وہ اسلامی لشکر اور اس کی فدائیت کو دیکھ سکیں۔ اس منظر کو دیکھ کر ان کے دل دہل گئے۔

اعلانِ امان

آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام معافی کا اعلان فرما دیا کہ ہر اس شخص کو امان ہے جو تلوار نہیں اٹھائے گا، اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے گا، ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے گا، مسجد کعبہ میں داخل ہو جائے گا، اپنے ہتھیار پھینک دے گا، حکیم بن حزام کے گھر میں داخل ہو جائے گا اور ابی رویحہؓ کے جھنڈے کے نیچے آ جائے گا۔ اس طرح کسی کے پاس بھی لڑنے کا کوئی جواز نہیں رہا تھا۔

غزوۂ حنین

1- چونکہ فتح مکہ اس طرح ہوئی کہ نہ مکہ والوں کو اور نہ ہی اردگرد کے قبائل کو مسلمانوں کی movement کا پتہ چلا۔ اس لئے مکہ کے جنوب میں آباد قبائل نے اپنی فوجیں وادی اوطاس میں جمع کر لیں اور مسلمانوں سے مقابلے کی تیاری شروع کر دی۔

2- اطلاع ملنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن ابی حدرد رضی اللہ عنہ کو حالات کا جائزہ لینے کیلئے بھیجا اور دشمن کی positions کو confirm کیا۔

3- دشمن فوج کے سالاروں نے اعلیٰ planning کی اور مسلمانوں کیلئے ایک trap تیار کیا۔ انہوں نے میدان جنگ میں اس طرح پوزیشن سنبھالی کہ جب مسلمان ان کی طرف بڑھیں گے تو اسلامی فوج کے flanks کی طرف ایسی کمین گاہیں ہوں گی جہاں سے دشمن کے تیر انداز دونوں اطراف سے اس وقت حملہ کریں گے جب ان پر سامنے سے حملہ ہو چکا ہوگا۔

4- جب جنگ شروع ہوئی اور اسلامی فوج اور دشمن میں contactestablish ہوا تو اسی وقت اطراف سے تیر اندازوں نے بے تحاشا تیر برسانے شروع کر دیے جس کی وجہ سے اسلامی فوج میں بھگدڑ مچ گئی اور گنتی کے چند صحابہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد رہ گئے۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر معمولی بہادری اور شجاعت کا مظاہرہ کیا اور دشمن کی طرف بڑھنا شروع کر دیا اور اونچی آواز میں کہا کہ میں خدا کا نبی ہوں اور جھوٹا نہیں ہوں اور عبدالمطلب کا پوتا ہوں۔ ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو جن کی آواز بہت بلند تھی کہا کہ مسلمانوں کو آواز دے کر بلائیں۔ اس طرح مسلمان دوبارہ اکٹھے ہوئے اور دشمن کو شکست ہوئی۔

غزوۂ تبوک

یہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا آخری غزوہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ شام کی سرحد پر عیسائی عرب قبائل یہودیوں اور کفار کے اکسانے پر مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ رجب 9 ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالات کے پیش نظر خود لشکر لے کر شام کی سرحد پر جانے کا فیصلہ کیا اور 30000 کا لشکر تیار کیا اور 15 روز کا سفر کر کے تبوک پہنچے۔ دشمن کا لشکر 40000 سپاہیوں پر مشتمل تھا۔ اسلامی لشکر کے اس طرح اچانک تبوک پہنچ جانے سے دشمن کے حوصلے پست ہو گئے اور اس کی فوج اندرون ملک مختلف شہروں میں بکھر گئی۔ اسلامی فوج تبوک میں کچھ عرصہ رہ کر عیسائیوں سے جنگ کے بغیر واپس مدینہ چلی گئی۔

تجزیہ (Analysis)

- اس غزوہ کا مسلمانوں کی فوجی ساکھ پر بہت مثبت اثر پڑا۔
- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غزوہ سے ایسے سیاسی فوائد حاصل کیے کہ جنگ کی صورت میں بھی ان کا حاصل کرنا ممکن نہ ہوتا۔
- تمام قبائل نے جزیہ کی ادائیگی منظور کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدے کئے۔
- اسلامی حکومت کی سرحدیں براہ راست رومی سرحد سے مل گئیں۔
- مخالفین پر یہ واضح ہو گیا کہ جزیرۃ العرب میں اسلام سب سے بڑی طاقت ہے۔

Initiative and aggressive spirit

باوجود کم، چھوٹی اور کمزور فوج کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کو دشمن کے علاقے میں لے کر گئے۔ ایک چھوٹی اور کمزور فوج سے دشمن کو threaten کیا۔

شام کے سرحدی قبائل پر اثر

- اثر کے علاقے (area of influence) کی expansion
- رومیوں کے اثر کا خاتمہ ہوا۔
- سرحدی قبائل کو جو رومیوں کی protection حاصل تھی اس کا خاتمہ ہوا۔

اب ہم ان عسکری صلاحیتوں کا جائزہ لیتے ہیں جن کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر معرکے میں فتحیاب ہوئے:

قائد کے لئے بہت ضروری ہے کہ اس کی قوت ارادی مضبوط ہو، نازک ترین مواقع پر فوری فیصلہ کر سکتا ہو، طبیعت میں اس درجہ وقار اور ضبط نفس ہو کہ کامیابی کا نشہ اسے بیخود نہ کر دے اور ناکامی کی مصیبت سراسیمہ اور ہراساں نہ کر دے، انسانی فطرت اور طبیعت کی گہرائیوں تک اس کی دوربین نگاہ پہنچ سکتی ہو اور وہ حالات کا صحیح اندازہ لگانے کی قدرت رکھتا ہو۔

- آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ دشمن، علاقے اور میدان جنگ کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کرتے تھے۔
- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصی شجاعت ہر اس میدان جنگ سے واضح ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم شامل ہوئے۔ معرکہ بدر کے بارے میں فیصلہ کرنا، اُحد میں باوجود adverse حالات کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف مسلمانوں کو دشمن کے نرغے سے بچانے میں کامیاب ہوئے بلکہ قریش کے تعاقب میں حمراء الاسد کے مقام تک چلے گئے۔ غزوۂ احزاب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قریش کے دس ہزار کے لشکر کے سامنے ثابت قدم رہنا بھی ایک عجیب قسم کی شجاعت ہے اور خصوصاً اس وقت جبکہ یہودیوں نے اپنے معاہدے کو توڑ ڈالا اور غزوۂ حنین کے دوران اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف دس صحابہ کے ساتھ ثابت قدمی نہ دکھاتے تو بعد کے حالات کچھ اور ہوتے۔
- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت میں فتح اور شکست دونوں حالتوں میں کبھی تغیر اور تبدل نہیں ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر قسم کے حالات میں اعصاب پر پوری طرح قابو رکھتے تھے۔
- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی قابلیت بہت بڑھی ہوئی تھی۔ مشقت کا کام ہو،

چوکیداری ہو، اطلاعات فراہم کرنی ہوں یا کسی بھی موسم میں طویل اور پُرصعوبت سفر ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کاموں میں ہمیشہ صحابہ کرام کے برابر کے شریک رہتے تھے۔

● آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر اس معاملہ میں جس کا اثر عام مسلمانوں کی مصلحت اور حالت پر پڑتا ہو اپنے صحابہ سے ضرور مشورہ کیا کرتے تھے اور ان کی رائے کو ہمیشہ قبول کرتے تھے چاہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی رائے ان کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ جب جنگ اُحد کے لئے دشمن آرہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مشورہ لیا کہ لڑائی کے لئے میدان میں رہنا چاہئے یا کہ باہر نکل کر مقابلہ کرنا چاہئے۔ جو نوجوان بدر کی جنگ میں شامل نہیں ہو سکے تھے انہوں نے اصرار کیا کہ لڑائی باہر نکل کر کرنی چاہئے۔ باوجود اس کے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خواب میں یہ واضح کر دیا گیا تھا کہ لڑائی کے لئے مدینہ میں رہنا زیادہ اچھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثریت کی رائے کو تسلیم کرلیا اور لڑائی کے لئے باہر جانے کا فیصلہ کیا۔ بعد میں لوگوں کو احساس ہو گیا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کا نبی جب زرہ پہن لیتا ہے تو اتارا نہیں کرتا۔

● آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑائی میں ہمیشہ نئے انداز اختیار فرمائے۔ غزوۂ بدر میں صف بندی کر کے، غزوۂ احزاب میں خندق کھود کر اور طائف کے محاصرے میں منجنیق استعمال کر کے۔

● مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لائے اور اس کے تحفظ اور دفاع پر ہمیشہ کمربستہ رہے۔ ایسے وقت بھی آئے کہ انہیں اپنی اولاد، اہل خاندان، دوستوں اور قبیلے والوں کے سامنے تلوار کھینچ کر آنا پڑا۔

● مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اس طرح کرتے تھے جس کی نہ کوئی حد اور نہ کوئی مثال تھی۔ فرمان رسالت کے ایک ایک حرف کی تعمیل دل وجان سے کرتے تھے۔

● آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو مشقت اور مشکل پسندی کا عادی بنا دیا تھا۔ تیراندازی، گھڑسواری اور اسی طرح کے امور کی ترغیب دیتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے تیراندازی سیکھی اور پھر اسے چھوڑ دیا تو اس نے ایک نعمت حاصل کی اور پھر اسے ٹھکرا دیا۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو دشمن کے غیر متوقع اور ناگہانی حملے کی زد سے بچنے کے گر بھی سکھائے۔

● آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدترین حالات میں بھی دشمن کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے عدل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑتے تھے۔

دفاعی جنگ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی کسی دشمن سے لڑائی کی تو مجبور ہو کر کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام غزوات زیادتیوں کو روکنے کے لئے وقوع پذیر ہوئے یا زیادتی کی نیت کو ختم کرنے کے لئے۔ اور جب بھی دشمن نے صلح کے لئے ہاتھ بڑھایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا تامل ہمیشہ اس میلان کی حوصلہ افزائی کی اور دشمن سے معاہدہ کر کے اس سے تعلق قائم کرلیا۔

امن کو برقرار رکھنے کے لئے جنگ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اس قبیلے سے صلح کی جس نے بھی صلح کیلئے رغبت کا اظہار کیا۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کے اغراض کے لئے اپنی پوری طاقت خرچ کر دی۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ صحابہ بعض اوقات صلح کی بعض شرائط کو ناپسند کرتے تھے۔ جیسا کہ صلح حدیبیہ میں وقوع پذیر ہوا۔

انسانیت کی جنگ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی جنگ کے دوران کسی بیگناہ کو کبھی کوئی تکلیف نہیں پہنچائی، اور ہمیشہ بیگناہوں کے مال اور جان کی حفاظت کے خواہشمند رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت تھی کہ جنگ کے دوران عورتوں، بچوں اور معذور لوگوں کو قتل نہ کیا جائے۔ کسی مکان کو نہ گرایا جائے اور کوئی درخت نہ کاٹا جائے۔ قیدیوں کے ساتھ ہمیشہ اچھا سلوک کرنے کی ہدایت فرماتے تھے۔ اور آسان شرائط پر انہیں آزادی دے دیتے تھے۔ دشمن کے مقتولین کے ساتھ مثلہ کرنے کو سختی سے منع فرماتے تھے۔

آخری تجزیہ
(Final Analysis)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جتنی بھی مہمات ہوئیں ان میں مسلمان ہمیشہ ہتھیاروں، ساز وسامان، تعداد اور ایڈمنسٹریشن میں اپنے مخالف سے کمتر (inferior) تھے۔

● جنگ کا نظریہ (concept): عام طور پر طاقت کی حرص، territorial expansion ، غارت گری، خزانوں اور سامان کی حرص اور نسلی معاملات کی وجہ سے بادشاہ اور ملٹری کمانڈر لڑائیاں کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ ایمان کی preservation اور دفاع کیلئے جنگیں لڑیں اور باقی تمام وجوہات کو بُرا سمجھا۔

Morale Motivation

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی leadership qualities کی وجہ سے مسلمانوں میں بہت حوصلہ، ہمت، جذبہ اور جوش وخروش پیدا ہو گیا تھا۔ باوجود اس کے کہ ان کی لڑائی ہمیشہ اپنے سے تعداد، ہتھیار، رسد ورسائل میں superior دشمن سے ہوئی۔

● آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کی فوجی قوت کے توازن کو disrupt کرنے کیلئے pre-emptive measures لئے جن میں سب سے اہم وہ معاہدے تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوکل قبائل سے کئے۔

مشاورت
(CONSULTATION)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کی منصوبہ بندی اور اسکی execution کیلئے باہمی مشاورت کی بنیاد رکھی۔

فوج پر مکمل کنٹرول

فوج پر جنگ کے دوران ہر مرحلے میں مکمل کنٹرول رکھنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کو ایک خاص طریقے سے organize کیا تھا۔ فوج کو گروپس، بٹالین اور لائنوں میں تقسیم کیا تھا۔ ہر صیغے کے کمانڈر مقرر ہوتے تھے اور عمومی ڈسپلن پر بہت زور دیا جاتا تھا۔

Economy of force

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کے دوران فوج اور fire power کو بہت ہی judicious طور پر استعمال کرتے تھے۔

اچانک پن
(SURPRISE)

عمومی طور پر اچانک پن غیر متوقع چیزوں سے حاصل کیا جاتا ہے جیسے فوج کی تعداد، حملے کا رخ، ہتھیاروں کی قسم اور تعداد، حملے کا وقت وغیرہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ لڑائیوں میں نت نئے طریقے استعمال کرتے تھے تا کہ دشمن surprise ہو جائے۔ اس میں طریقہ جنگ میں تبدیلی یا جدت، ایسے وقت یا طریقے سے حملہ جس کے لئے وہ تیار نہیں ہوتا تھا، ایسے obstacles یا رکاوٹوں کا استعمال جو دشمن کے لئے بالکل نئے ہوں۔

جارحانہ پن

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اسلامی فوج کی کم تعداد، ہتھیاروں اور رسد ورسائل میں کمی کی وجہ سے دفاعی approach نہیں اپنائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دفاع بھی ہمیشہ آگے بڑھ کر کیا۔

Deception

کئی سرایا وغزوات میں اسلامی افواج کو مدینہ سے نکلنے تک علم نہیں ہوتا تھا کہ وہ کہاں جارہے ہیں اور کس دشمن سے لڑائی ہونی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوج کو پہلے کسی اور سمت لے کر چلتے تھے پھر کچھ فاصلہ طے کر کے صحیح سمت کو رُخ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ سریہ کے سالار کو بھی علم نہیں تھا کہ انہوں نے کہاں جانا ہے اور کس سے لڑنا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک خط دیا اور فرمایا کہ اتنا فاصلہ طے کر کے یہ خط کھولنا ہے جس میں تمام ہدایات دی ہوئی تھیں۔ ان تمام باتوں کا مقصد دشمن پر اچانک پن حاصل کرنا، فوج کو منفی مورال سے بچانا اور دشمن کو deceive کرنا ہوتا تھا۔

اختتام

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے تمام عرصہ میں اسلام دشمن عناصر سے برسرپیکار رہے۔ ان آٹھ سالوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنی جنگیں لڑیں یا مہمات بھجوائیں تاریخ میں اس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نہایت dynamic ملٹری لیڈر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہادری بے مثال تھی۔ مشکل سے مشکل حالات میں بھی اپنے لوگوں کے ساتھ رہتے تھے۔ معاہدوں کا ہمیشہ پاس کرتے تھے، کبھی ظلم نہیں کرتے تھے اور جنگ کے بارے میں اسلامی اصولوں کی سختی سے پابندی کرتے تھے۔

★★★

سیرۃ النّبی صلی اللہ علیہ وسلم — شہادتِ توحید

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات کی روشنی میں

(مکرم نصیر احمد قمر۔ مدیر اعلیٰ الفضل انٹرنیشنل لندن)

مکرم نصیر احمد قمر صاحب مدیر اعلیٰ الفضل انٹرنیشنل کا ایک خوبصورت مضمون بعنوان : ''سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ شہادتِ توحید، حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات کی روشنی میں'' اخبار الفضل انٹرنیشنل کے تین شماروں (1، 8، 15 مئی 2015) میں تین قسطوں میں شائع ہوا ہے۔ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق باللہ اور فنا فی اللہ کے مضمون کو حسین پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ صفحات کی کمی کے باعث مضمون کا کچھ حصہ یہاں شائع کیا جاتا ہے۔ قارئین ''الاسلام'' سے مذکورہ شمارے ڈاؤن لوڈ کر کے مکمل مضمون کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ (ادارہ)

اوّل المسلمین حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس عظمت و شان کے ساتھ اور جس بصیرت اور عرفان کے ساتھ توحید باری تعالیٰ کی شہادت دی اس پر خدا تعالیٰ کا مقدس کلام قرآن مجید وفرقان حمید شاہد ہے جس میں آپؐ کو شَھِیۡدًا (البقرۃ:144) اور شَاھِدًا (الاحزاب: 46) کے عظیم الشان اور جلیل القدر خطابات سے نوازا گیا۔

یوں تو ہر مسلمان سے یہ توقع رکھی جاتی ہے کہ وہ صدقِ دل سے خدا تعالیٰ کی توحید اور حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی گواہی دے لیکن ہم جو احمدی مسلمان ہیں اور اس زمانہ کے عظیم شاہد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موعود مہدی کی سچائی کی گواہی دیتے ہوئے دنیا بھر میں خدا تعالیٰ کی توحید اور حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی شہادت کو پھیلانے کے لئے مستعد ہیں۔ ہمارا خصوصیت سے فرض ہے کہ ہم شہادت کے بلند اور اعلیٰ مقام پر فائز ہونے کی سعی کریں اور ایسے صدق، اخلاص، وفا اور عملی نمونہ کے ساتھ علی وجہ البصیرت یہ شہادت دیں کہ ہمارا شمار ان ''اُولُوا الۡعِلۡمِ قَآئِمًۢا بِالۡقِسۡط''، میں ہو جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۂ آل عمران کی آیت 19 میں بڑے پیار کے ساتھ ان کی شہادت کو اپنی شہادت کے ساتھ ملاتے ہوئے ان الفاظ میں فرمایا ہے کہ شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ۔ وَالۡمَلٰٓئِکَۃُ وَاُولُوا الۡعِلۡمِ قَآئِمًۢا بِالۡقِسۡطِ ۔ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ (آل عمران :19) ترجمہ: اللہ انصاف پر قائم رہتے ہوئے شہادت دیتا ہے کہ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور فرشتے بھی اور اہل علم بھی (یہی شہادت دیتے ہیں) کوئی معبود نہیں مگر وہی کامل غلبہ والا (اور) حکمت والا۔

خدا کرے کہ ہمیں ایسا ایمان نصیب ہو اور اتّباع رسول کی ایسی توفیق عطا ہو کہ ہم خدا تعالیٰ کے حضور اس عرض اور التجا میں صادق ٹھہریں کہ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا بِمَاۤ اَنۡزَلۡتَ وَ اتَّبَعۡنَا الرَّسُوۡلَ فَاکۡتُبۡنَا مَعَ الشّٰھِدِیۡنَ (آل عمران :54) اے ہمارے ربّ! ہم اس پر ایمان لے آئے جو تُو نے اُتارا اور ہم نے رسول کی پیروی کی۔ پس ہمیں (حق کی) گواہی دینے والوں میں لکھ دے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی غرض دنیا میں خدا تعالیٰ کی سچی اور خالص توحید کا قیام تھا۔ اور یہی غرض آپ کی غلامی میں مبعوث ہونے والے حضرت مسیح و مہدی علیہ السلام کی تھی اور جیسا کہ آیت استخلاف میں یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡئًا کے الفاظ میں بتایا گیا یہی مقصد آپ کے بعد قائم ہونے والی خلافت حقہ اسلامیہ احمدیہ کا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام نے فرمایا ہے کہ:

''مَیں یقینا کہتا ہوں کہ اگر انسان کلمہ طیبہ کی حقیقت سے واقف ہو جاوے اور عملی طور پر اس پر کار بند ہو جاوے تو وہ بہت بڑی ترقی کر سکتا ہے اور خدا تعالیٰ کی عجیب در عجیب قدرتوں کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔''

اس مضمون میں خاکسار نے آپ علیہ السلام کے صرف ملفوظات سے کلمہ طیبہ کے پہلے حصّہ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے حوالہ سے بعض اقتباسات کا انتخاب کیا ہے جن میں آپ نے کلمہ طیبہ کی حقیقت، اس کے مختلف معانی و مطالب، توحید کی مختلف اقسام، سچے موحّد کی علامات، توحید کے تقاضوں اور اس کی برکات وغیرہ امور کا ذکر فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کامل موحد تھے۔

حضور علیہ السلام کے ان ملفوظات کا ایک ایک جملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا ایک عنوان ہے۔ ان ارشادات کو پڑھتے ہوئے اہل علم کے ذہنوں کو ایک نئی جلا عطا ہوگی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے بہت سے واقعات ان کے ذہنوں میں تازہ ہوں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت توحید کے نہایت اعلیٰ وارفع مقام سے آگاہی ہوگی۔ انشاء اللہ۔

اے اللہ! تو ہمارے نفوس کو ہر قسم کے شرک کی آلودگی سے مکمل طور پر صاف کرتے ہوئے توحید خالص کے نور سے روشن فرماوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت اور اسوۂ حسنہ پر کما حقہ عمل کی توفیق سے نوازتے ہوئے خلافت حقہ اسلامیہ احمدیہ سے وابستہ ان لوگوں میں شامل فرما جن کے متعلق تو نے یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡئًا کی بشارت عطا فرمائی ہے۔ آمین اللھم آمین۔

اللہ کی محبت میں فنا ہو چکے تھے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو کہ آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے مکّہ جیسے شہر میں پیدا کیا اور پھر آپ ان گرمیوں میں تنہا غار حرا میں جا کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے تھے۔ وہ کیسا عجیب زمانہ ہوگا۔ آپؐ ہی ایک پانی کا مشکیزہ اُٹھا کر لے جاتے ہوں گے۔

اصل بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُنس اور ذوق پیدا ہو جاتا ہے تو پھر دنیا اور اہل دنیا سے ایک نفرت اور کراہت پیدا ہو جاتی ہے۔ بالطبع تنہائی اور خلوت پسند آتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی یہی حالت تھی۔

اللہ تعالیٰ کی محبت میں آپ اس قدر فنا ہو چکے تھے کہ آپ اس تنہائی میں ہی پوری لذت اور ذوق پاتے تھے۔ ایسی جگہ میں جہاں کوئی آرام کا اور راحت کا سامان نہ تھا اور جہاں جاتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہو آپ وہاں کئی کئی راتیں تنہا گزارتے تھے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کیسے بہادر اور شجاع تھے۔ جب خدا سے تعلق شدید ہو تو پھر شجاعت بھی آ جاتی ہے۔ اس لیے مومن کبھی بزدل نہیں ہوتا۔ اہل دُنیا بزدل ہوتے ہیں۔ اُن میں حقیقی شجاعت نہیں ہوتی ہے۔''

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 316، ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

عاشقِ زار اور دیوانہ ہوئے

''یاد رکھو انبیاء علیہم السلام کو جو شرف اور رُتبہ مِلا وہ صرف اسی بات سے مِلا ہے کہ انہوں نے حقیقی خدا کو پہچانا اور اس کی قدر کی۔ اسی ایک ذات کے حضور انہوں نے ساری خواہشوں اور آرزوؤں کو قربان کیا۔ کسی مُردہ اور مزار پر بیٹھ کر انہوں نے مُرادیں نہیں مانگی ہیں۔ ......اگر قبروں سے کچھ مل سکتا تو اس کے لئے سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبروں سے مانگتے۔ مگر نہیں۔ مُردہ زندہ میں جس قدر فرق ہے وہ بالکل ظاہر ہے۔ بجز خدا تعالیٰ کے اور کوئی مخلوق اور ہستی نہیں ہے جس کی طرف انسان توجہ کرے اور اس سے کچھ مانگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ذات کے عاشقِ زار اور دیوانہ ہوئے اور پھر وہ پایا جو دنیا میں کبھی کسی کو نہیں ملا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ سے اس قدر محبت تھی کہ عام لوگ بھی کہا کرتے تھے کہ عَشِقَ مُحَمَّدٌ عَلٰی رَبِّہٖ یعنی محمدؐ اپنے رب پر عاشق ہو گیا صلی اللہ علیہ وسلم۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا دامن پکڑا۔ اور قوم اور برادری کی کچھ پروا نہ کی۔ خدا تعالیٰ نے بھی وہ وفا کی کہ ساری

دُنیا جانتی ہے۔جس مکّہ سے آپ نکالے گئے تھے اسی مکّہ میں ایک شہنشاہ کی شان اور حیثیت سے داخل ہوئے۔قوم اور برادری نے اپنی طرف سے کوئی دقیقہ ایذا رسانی کا باقی نہیں چھوڑا،لیکن جب خدا تعالیٰ ساتھ تھا وہ کچھ بھی بگاڑ نہ سکے۔

......آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعائیں دنیا کے لیے نہ تھیں بلکہ آپ کی دُعائیں یہ تھیں کہ بُت پرستی دُور ہوجاوے اور خدا تعالیٰ کی توحید قائم ہو اور یہ انقلابِ عظیم مَیں دیکھ لوں کہ جہاں ہزاروں بُت پوجے جاتے ہیں وہاں ایک خدا کی پرستش ہو۔

پھر تم خود ہی سوچو اور مکّہ کے اس انقلاب کو دیکھو کہ جہاں بُت پرستی کا اس قدر چرچا تھا کہ ہر ایک گھر میں بُت رکھا ہؤا تھا،آپ کی زندگی ہی میں سارا مکہ مسلمان ہوگیا اور ان بتوں کے پجاریوں ہی نے ان کو توڑا اور ان کی مذمت کی۔ یہ حیرت انگیز کامیابی ،یہ عظیم الشان انقلاب کسی نبی کی زندگی میں نظر نہیں آتا جو ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کر کے دکھایا۔ یہ کامیابی آپؐ کی اعلیٰ درجہ کی قوتِ قدسی اور اللہ تعالیٰ سے شدید تعلقات کا نتیجہ تھا‘‘۔

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 524،ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

ساری ساری رات عبادت میں گزارتے

’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نو بیویاں تھیں اور باوجود ان کے آپ ساری ساری رات خدا تعالیٰ کی عبادت میں گزارتے تھے۔ ایک رات آپؐ کی باری عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی۔ کچھ حصّہ رات کا گزر گیا تو حضرت عائشہؓ کی آنکھ کھلی۔ دیکھا کہ آپؐ موجود نہیں۔ اُسے شبہ ہوا کہ شاید آپ کسی اور بیوی کے ہاں گئے ہوں۔ اُس نے اُٹھ کر ہر ایک گھر میں تلاش کیا،مگر آپؐ نہ ملے۔آخر دیکھا کہ آپؐ قبرستان میں ہیں اور سجدہ میں رو رہے ہیں۔اب دیکھو کہ آپؐ زندہ اور چہیتی بیوی کو چھوڑ کر مُردوں کی جگہ قبرستان میں گئے اور روتے رہے۔تو کیا آپؐ کی بیویاں حظّ نفس یا اتباعِ شہوت کی بنا پر ہو سکتی ہیں؟‘‘

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 51،ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

اللہ سے لیتے اور مخلوق کو پہنچاتے

’’دَنٰی فَتَدَلّٰی (النجم:9) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں آیا ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اوپر کی طرف ہو کر نوع انسان کی طرف جھکا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال اعلیٰ درجہ کا کمال ہے جس کی نظیر نہیں مل سکتی اور اس کمال میں آپؐ کے دو درجے بیان فرمائے ہیں۔ ایک صعود، دوسرا نزول۔ اللہ تعالیٰ کی طرف تو آپؐ کا صعود ہوا یعنی خدا تعالیٰ کی محبت اور صدق و وفا میں ایسے کھینچے گئے کہ خود اس ذاتِ اَقدس کے دُنُوّ کا درجہ آپؐ کو عطا ہوا۔دُنُوّ ،اَقْرَب سے اَبْلَغ ہے اسلئے یہاں یہ لفظ اختیار کیا۔ جب اللہ تعالیٰ کے فیوضات اور برکات سے آپ نے حصہ لیا تو پھر بنی نوع پر رحمت کے لیے نزول فرمایا۔ یہ وہی رحمت تھی جس کا اشارہ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء:108) میں فرمایا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم قاسم کا بھی یہی سِرّ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے لیتے ہیں اور پھر مخلوق کو پہنچاتے ہیں۔ پس مخلوق کو پہنچانے کے واسطے آپ کا نزول ہوا۔اس دَنٰی فَتَدَلّٰی میں اسی صعود اور نزول کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علوّ مرتبہ کی دلیل ہے‘‘

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 356،ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

کامل متبتّل اور کامل متوکّل

’’تبتّل کا عملی نمونہ ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلّم ہیں۔نہ آپؐ کو کسی کی مدح کی پَرواہ، نہ ذم کی۔کیا کیا آپؐ کو تکالیف پیش آئیں،مگر کچھ بھی پروا نہیں کی۔کوئی لالچ اور طمع آپؐ کو اس کام سے روک نہ سکا جو آپؐ خدا کی طرف سے کرنے کے لئے آئے تھے۔جب تک انسان اس حالت کو اپنے اندر مشاہدہ نہ کرے اور امتحان میں پاس نہ ہو لے،کبھی بھی بے فکر نہ ہو۔

پھر یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جو شخص متبتّل ہوگا متوکّل بھی وہی ہوگا۔ گویا متوکّل ہونے کے واسطے متبتّل ہونا شرط ہے۔ کیونکہ جب تک اوروں کے ساتھ تعلقات ایسے ہیں کہ ان پر بھروسہ اور تکیہ کرتا ہے اُس وقت تک خالصةً اللہ پر توکّل کب ہو سکتا ہے۔ جب خدا کی طرف انقطاع کرتا ہے تو وہ دنیا کی طرف سے توڑتا ہے اور خدا میں پیوند کرتا ہے، اور یہ تب ہوتا ہے جب کہ کامل توکّل ہو۔جیسے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کامل متبتّل تھے ویسے ہی کامل متوکّل بھی تھے۔اور یہی وجہ ہے کہ اتنے وجاہت والے اور قوم وقبائل والے سرداروں کی ذرا بھی پروا نہیں کی اور ان کی مخالفت سے کچھ بھی متاثر نہ ہوئے۔ آپؐ میں ایک فوق العادت یقین خدا تعالیٰ کی ذات پر تھا۔اسی لیے اس قدر عظیم الشان بوجھ کو آپؐ نے اُٹھا لیا اور ساری دنیا کی مخالفت کی اور ان کی کچھ بھی ہستی نہ سمجھی۔ یہ بڑا نمونہ ہے توکّل کا جس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی۔اس لیے کہ اس میں خدا کو پسند کر کے دنیا کو مخالف بنا لیا جاتا ہے۔مگر یہ

محمدؐ ہی نام اور محمدؐ ہی کام

عَلَيْكَ الصَّلٰوةُ عَلَيْكَ السَّلَام

از حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ

بدر گاہِ ذی شان خیر الانام   شفیع الوریٰ مرجع خاص و عام
بصد عجز و منّت بصد احترام   یہ کرتا ہے عرض آپؐ کا اِک غُلام
کہ اے شاہِ کونینِ عالی مقام
علیك الصلوٰة علیك السلام

حسینانِ عالم ہوئے شرمگیں   جو دیکھا وہ حسن اور وہ نورِ جبیں
پھر اس پر وہ اخلاق اکمل تریں   کہ دشمن بھی کہنے لگے آفریں
زہے خُلق کامل زہے حُسنِ تام
علیك الصلوٰة علیك السلام

خلائق کے دِل تھے یقیں سے تہی   بُتوں نے تھی حق کی جگہ گھیر لی
ضلالت تھی دُنیا پہ وہ چھا رہی   کہ توحید ڈھونڈے سے ملتی نہ تھی
ہوا آپؐ کے دم سے اس کا قیام
علیك الصلوٰة علیك السلام

محبت سے گھائل کیا آپؐ نے   دلائل سے قائل کیا آپؐ نے
جہالت کو زائل کیا آپؐ نے   شریعت کو کامل کیا آپؐ نے
بیاں کر دیئے سب حلال و حرام
علیك الصلوٰة علیك السلام

نبوت کے تھے جس قدر بھی کمال   وہ سب آپؐ میں جمع ہیں لامحال
صفاتِ جمال اور صفاتِ جلال   ہر اِک رنگ ہے بس عدیم المثال
لِیا ظُلم کا عفو سے انتقام
علیك الصلوٰة علیك السلام

مقدّس حیات اور مُطہر مذاق   اطاعت میں یکتا عبادت میں طاق
سوارِ جہاں گیر یکراں براق   کہ بگذشت ازقصر نیلی رواق
محمدؐ ہی نام اور محمدؐ ہی کام
علیك الصلوٰة علیك السلام

علمدارِ عُشاقِ ذاتِ یگاں   سپہدارِ افواجِ قُدوسیاں
معارف کا اِک قُلزمِ بیکراں   افاضات میں زندۂ جاوداں
پلا ساقیا آبِ کوثر کا جام
علیك الصلوٰة علیك السلام

حالت پیدا نہیں ہوتی جب تک گویا خدا کو نہ دیکھ لے۔ جب تک یہ اُمید نہ ہو کہ اس کے بعد دُوسرا دروازہ ضرور کھلنے والا ہے۔ جب یہ امید اور یقین ہو جاتا ہے تو وہ عزیزوں کو خدا کی راہ میں دُشمن بنالیتا ہے۔ اس لیے کہ وہ جانتا ہے کہ خدا اَور دوست بنادے گا۔ جائیداد کھو دیتا ہے کہ اس سے بہتر ملنے کا یقین ہوتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ خدا ہی کی رضا کو مقدّم کرنا تو تبتّل ہے اور پھر تبتّل اور توکل تو اَم ہیں۔ تبتّل کا راز ہے توکّل اور توکّل کی شرط ہے تبتّل۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 252، ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

آپؐ کا زبردست اخلاقی معجزہ

"حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقی معجزات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک دفعہ آپؐ ایک درخت کے نیچے سوئے پڑے تھے کہ ناگاہ ایک شور و پکار سے بیدار ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک جنگلی اعرابی تلوار کھینچ کر خود حضور پر آ پڑا ہے۔ اس نے کہا۔ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) بتا، اس وقت میرے ہاتھ سے تجھے کون بچا سکتا ہے؟ آپؐ نے پورے اطمینان اور سچی سکینت سے جو حاصل تھی فرمایا کہ اللہ۔

آپؐ کا یہ فرمانا عام انسانوں کی طرح نہ تھا۔ اللہ جو خدا تعالیٰ کا ایک ذاتی اسم ہے اور جو تمام جمیع صفات کاملہ کا مستجمع ہے ایسے طور پر آپ کے منہ سے نکلا اور دل پر ہی جا کر ٹھہرا۔ کہتے ہیں کہ اسم اعظم یہی ہے اور اس میں بڑی بڑی برکات ہیں لیکن جس کو وہ اللہ یاد ہی نہ ہو وہ اس سے کیا فائدہ اٹھائے گا۔ الغرض ایسے طور پر اللہ کا لفظ آپؐ کے منہ سے نکلا کہ اس پر رعب طاری ہو گیا اور ہاتھ کانپ گیا۔ تلوار گر پڑی۔ حضرتؐ نے وہی تلوار اٹھا کر کہا کہ اب بتلا۔ میرے ہاتھ سے تجھے کون بچا سکتا ہے؟ وہ ضعیف القلب جنگلی کس کا نام لے سکتا تھا۔ آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اخلاق فاضلہ کا نمونہ دکھایا اور کہا جا تجھے چھوڑ دیا اور کہا کہ مروّت اور شجاعت مجھ سے سیکھ۔ اس اخلاقی معجزہ نے اس پر ایسا اثر کیا کہ وہ مسلمان ہو گیا۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 63، ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

اللہ تعالیٰ کی راہ میں فنا تھے

"اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سے آشنا ہو تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ آپؐ نے کبھی ایسی باتوں کا التزام نہیں کیا۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں فنا تھے۔ انسان کو تعجب آتا ہے کہ کس مقام اور درجہ پر آپ پہنچے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تھے۔ رات کو جب میری آنکھ کھلی تو میں نے آپؐ کو اپنے بستر پر نہ پایا۔ مجھے خیال گزرا کہ کسی دوسری بیوی کے گھر میں ہوں گے؛ چنانچہ میں نے سب گھروں میں دیکھا، مگر آپؐ کو نہ پایا۔ پھر مَیں باہر نکلی تو قبرستان میں دیکھا کہ آپ سفید چادر کی طرح پر زمین پر پڑے ہوئے ہیں اور سجدہ میں گرے ہوئے کہہ رہے ہیں سَجَدَتْ لَكَ رُوْحِيْ وَ جَنَانِيْ۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 14، ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیا میں آنے کی غرض و غایت تو صرف یہ تھی کہ دنیا پر اس خدا کا جلال ظاہر کریں جو مخلوق کی نظروں اور دلوں سے پوشیدہ ہو چکا تھا اور اس کی جگہ باطل اور بیہودہ معبودوں، بتوں اور پتھروں نے لے لی تھی۔ اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جمالی اور جلالی زندگی میں جلوہ گری فرماتا اور اپنے دست قدرت کا کرشمہ دکھاتا۔

محبوب الٰہی بننے کا کامل نمونہ

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کامل نمونہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے اور محبوب الٰہی بننے کا ہیں۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے صاف الفاظ میں فرما دیا کہ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ (آل عمران:32) یعنی ان کو کہہ دو کہ تم اگر چاہتے ہو کہ محبوب الٰہی بن جاؤ اور تمہارے گناہ بخش دیئے جاویں تو اس کی ایک ہی راہ ہے کہ میری اطاعت کرو۔ کیا مطلب؟ کہ میری پیروی ایک ایسی شے ہے جو رحمت الٰہی سے ناامید ہونے نہیں دیتی۔ گناہوں کی مغفرت کا باعث ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا محبوب بنا دیتی ہے اور تمہارا یہ دعویٰ کہ ہم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں اسی صورت میں سچا اور صحیح ثابت ہوگا کہ تم میری پیروی کرو۔

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 426، ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

☆☆☆

سرے دارم فدائے خاکِ احمدؐ
دلم ہر وقت قربانِ محمدؐ ﷺ

کلام سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

عجب نوریست در جانِ محمدؐ	عجب لعلیست در کانِ محمدؐ
ز ظلمتہا دلے آنگہ شود صاف	کہ گردد از محبّانِ محمدؐ
عجب دارم دل آں ناکساں را	کہ رُو تابند از خوانِ محمدؐ
ندانم ہیچ نفسے در دو عالم	کہ دارد شوکت و شانِ محمدؐ
خدا زاں سینہ بیزار ست صد بار	کہ ہست از کینہ دارانِ محمدؐ
خُدا خود سوزد آں کِرمِ دنی را	کہ باشد از عدوانِ محمدؐ
اگر خواہی نجات از مستئ نفس	بیا در ذیلِ مستانِ محمدؐ
اگر خواہی کہ حق گوید ثنایت	بشو از دل ثنا خوانِ محمدؐ
اگر خواہی دلیلے عاشقش باش	محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ
سرے دارم فدائے خاکِ احمدؐ	دلم ہر وقت قربانِ محمدؐ
بگیسوئے رسول اللہ کہ ہستم	نثارِ رُوئے تابانِ محمدؐ
دریں رہ گر کشندم ور بسوزند	نتابم رُو زِ ایوانِ محمدؐ
بکارِ دیں نترسم از جہانے	کہ دارم رنگ ایمانِ محمدؐ
بسے سہلست از دُنیا بریدن	بیادِ حُسن و احسانِ محمدؐ
فدا شد در رہش ہر ذرّۂ من	کہ دیدم حُسنِ پنہانِ محمدؐ
دگر اُستاد را نامے ندانم	کہ خواندم در دبستانِ محمدؐ
بدیگر دلبرے کارے ندارم	کہ ہستم کُشتۂ آنِ محمدؐ
مرا آں گوشۂ چشمے باید	نخواہم جُز گلستانِ محمدؐ
دلِ زارم بہ پہلویم مجوئید	کہ بستیمش بدامانِ محمدؐ
من آں خوش مرغ از مرغانِ قدسم	کہ دارد جا بہ بستانِ محمدؐ
تو جانِ ما منوّر کر دی از عشق	فدایت جانم اے جانِ محمدؐ
دریغا گر دہم صد جاں دریں راہ	نباشد نیز شایانِ محمدؐ
چہ ہیبت ہا بدادند ایں جواں راہ	کہ ناید کس بہ میدانِ محمدؐ
اَلا اے دشمنِ نادان و بے راہ	بترس از تیغ بُرّانِ محمدؐ
رہِ مولیٰ کہ گم کردند مردم	بجو در آل و اَعوانِ محمدؐ
اَلا اے منکر از شانِ محمدؐ	ہم از نورِ نمایانِ محمدؐ
کرامت گرچہ بے نام و نشاں است	بیا بنگر زِ غلمانِ محمدؐ

❀❀❀

بلادعرب پر آنحضرت ﷺ کے احسانات کا تذکرہ

از عربی منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

(اویس احمد نصیر، مربی سلسلہ اوکاڑہ کینٹ، پاکستان)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی تقریر و تحریر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و احسان کا تذکرہ ہمیشہ جاری رہا۔ کبھی نظم میں اور کبھی نثر میں، کبھی اردو میں، کبھی فارسی میں اور کبھی عربی زبان میں۔ عربی زبان سے واقفیت رکھنے والے جانتے ہیں کسی بھی محبوب کے ذکر کے لئے عربی زبان اپنے اندر خاص صلاحیت رکھتی ہے۔ اسی وجہ سے عرب قوم کی شاعری کا دنیا بھر کی زبانوں میں ایک اعلیٰ مقام ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مادری زبان گو عربی نہ تھی مگر آپ نے حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اپنے عربی کلام میں اس انداز سے کیا ہے کہ عرب لوگ بھی اس کو پڑھ کر عش عش کر اُٹھتے ہیں۔ آپ کا یہ کلام نثر میں بھی ہے اور نظم میں بھی۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ کا قلم اور آپ کی زبان اپنے محبوب کے حسن و احسان کے تذکرہ سے کبھی بھی سیر نہ ہوئی۔ آپ نے اپنے اس معشوق ﷺ کے حسن و احسان کو کبھی کسی پہلو سے دیکھا اور کبھی کسی پہلو سے اور پھر ہمیشہ اپنی تقریر و تحریر کو اس سے مزین کرتے چلے گئے۔ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ اس نور علی نور وجود ﷺ کی روشنی آپ کی نظم و نثر کے آئینہ میں دنیا کے کونے کونے تک پہنچ رہی ہے۔ اور دنیا کی تاریکیوں کو دور کر رہی ہے۔ یہ مضمون بہت وسیع ہے مگر آج کے مضمون میں آپ کے عربی منظوم کلام میں صرف اس حصہ کو جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے جس میں حضور ﷺ کے عرب قوم پر احسانات کا دلگداز تذکرہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم عرب کی ایک بستی ''مکہ'' میں پیدا ہوئے۔ جہاں کے لوگ سخت مزاج اور وحشی تھے۔ وہ کسی کی اطاعت قبول نہیں کرتے تھے۔ وہاں کی زمین سنگلاخ تھی اور لوگوں کے دل پتھر تھے۔ شراب خوری اور زناکاری کا بازار گرم تھا۔ زناکاری میں جس کا نمبر اول ہوتا تھا وہی قوم کا رئیس کہلاتا تھا۔ گویا کہ ضلالت کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔ مگر یہ حلقہ ظلمت کدہ پھر نور محمد ﷺ سے مستفیض ہوا اور جہاں جہاں باد سموم کا تصرف تھا وہاں رقص بہاراں کے جشن میں راحت آمیز ہوائیں اٹھکیلیاں کرنے لگیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

وَ كَانَ وَجْهُ الْاَرْضِ وَجْهًا مُّسَوَّدًا
فَصَارَ بِهٖ نُوْرًا مُّنِيْرًا وَّ اَغْيَدًا

اور روئے زمین تو ایک تاریک سطح تھی۔ پس اس ﷺ کے ذریعے وہ سطح نور تاباں اور سرسبز ہوگئی۔ (کرامات الصادقین، روحانی خزائن جلد 7، صفحہ 89 تا 95)

آنحضرت ﷺ کا یہ احسان عظیم تھا کہ ایسی قوم جو حد درجہ گری ہوئی تھی اور اقوام عالم میں ان کی کوئی قدر و قیمت نہ تھی مگر آنحضرت ﷺ نے انہیں خالص سونے کی ڈلی بنا دیا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

صَادَفْتَهُمْ قَوْمًا كَرَوْثٍ ذِلَّةً
فَجَعَلْتَهُمْ كَسَبِيْكَةِ الْعِقْيَانِ

تو نے انہیں گوبر کی طرح ذلیل قوم پایا تو تو نے انہیں خالص سونے کی ڈلی بنا دیا۔ (آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 591)

اسی طرح ایک اور شعر میں فرماتے ہیں کہ

عَادَتْ بِلَادُ الْعُرْبِ نَحْوَ نَضَارَةٍ
بَعْدَ الْوَجٰى وَالْمَحْلِ وَالْخُسْرَانِ

ملک عرب خشک سالی۔ قحط اور تباہی کے بعد شاداب ہوگیا۔ (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 591)

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کی تاریخ کا رخ ہی موڑ دیا۔ وہ تاریخ جس کا دامن ظلم و بربریت سے تار تار تھا۔ وہ تاریخ جس میں قیصر و کسریٰ کا استبداد لوگوں کا مقدر بن چکا تھا۔ اس ظلمت کا خاتمہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور بلال حبشی جیسے غلام کو ابوجہل اور ابولہب جیسے سرداروں پر دائمی فوقیت دلادی اور تمام نسلی، جغرافیائی، لسانی اور طاقتور بتوں کو پاش پاش کر کے زید و بکر کو ایک صف میں کھڑا کر دیا۔ اور صنم ہائے خود تراشیدہ ریزہ ریزہ ہوگئے۔

جہالت کا یہ حال تھا کہ وہ لڑائی کو فخر سمجھتے تھے جیسے کہ عمر بن کلثوم تغلبی کا شعر ہے کہ

اَلَا لَا يَجْهَلَنَّ اَحَدٌ عَلَيْنَا
فَنَجْهَلَ فَوْقَ جَهْلِ الْجَاهِلِيْنَا

خبردار کوئی ہم پر جہالت نہ کرے۔ یعنی ہم سے نہ الجھے وگرنہ ہم جاہلوں کی جہالت سے بڑھ کر جہالت کا مظاہرہ کریں گے۔

(معلقہ عمر بن کلثوم تغلبی)

گویا کہ جہالت، کشت و خون، درندگی، حیوانیت کا دور دورہ تھا۔ بلکہ جہالت کا یہ حال تھا کہ لوگ پدر جہالت کے نام سے موسوم تھے۔ اس جہالت کا خاتمہ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے کیا۔ اور افق عالم میں ایسا نورانی وجود ظاہر ہوا جس کی تمازت نے ہزاروں سالوں سے بھڑکتی آگ کے شعلوں کو خاکستر کر کے رکھ دیا تھا۔ سیدنا مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

اَ تَعْرِفُ قَوْمًا كَانَ مَيْتًا كَمِثْلِهِمْ
نَئُوْمًا كَاَمْوَاتٍ جَهُوْلًا يَلَنْدَدَا
فَاَيْقَظَهُمْ هٰذَا النَّبِيُّ فَاَصْبَحُوْا
مُنِيْرِيْنَ مَحْسُوْدِيْنَ فِي الْعِلْمِ وَ الْهُدٰى

کیا تو ایسے لوگوں کو جانتا ہے جو ان جیسے مردہ تھے جو مردوں کی طرح سوئے ہوئے تھے اور بہت جاہل اور جھگڑالو تھے۔ سو اس نبی نے ان کو بیدار کر دیا تو وہ نور دینے والے اور علم و ھدایت میں قابل رشک ہوگئے۔ (کرامات الصادقین۔ روحانی خزائن جلد 7 صفحہ 93)

مے نوشی کا یہ حال تھا کہ مے نوشی کے لئے پانچ وقت مقرر تھے اور وقت مقررہ پر شراب پیش ہوتی تھی۔ چنانچہ انہیں جاشریہ، صبوح، قیل غبوق، فحمہ کا نام دیا گیا۔ لبید بن ربیعہ نے مے نوشی کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا۔

بَادَرْتُ حَاجَتَهَا الدَّجَاجَ بِسُحْرَةٍ
لِأُعَلَّ مِنْهَا حِيْنَ هَبَّ نِيَامُهَا

یعنی میں نے مرغ سے بھی جو بہت صبح سویرے اٹھتا ہے سبقت کرتے ہوئے سحری کے وقت شراب پی۔ اس لئے نہیں کہ لوگ مجھے دیکھ کر شراب نوشی کا طعنہ نہ دیں بلکہ اس لئے کہ جب رات کے سوئے ہوئے صبح کو میخانے میں آکر شراب نوشی کریں تو میں ان سے فخریہ کہہ سکوں کہ تم تو پہلی بار شراب پی رہے ہو اور میں دوسری بار۔

(معلقہ لبید بن ربیعہ، عفت الدیار محلها و مقامها...)

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ احسان تھا کہ آپ کی تربیت سے انہوں نے شراب کو چھوڑ کر عبادات کو اختیار کر لیا۔ چنانچہ سیدنا مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔۔

تَرَكُوا الْغَبُوْقَ وَبَدَّلُوْا مِنْ ذَوْقِهٖ
ذَوْقَ الدُّعَاءِ بِلَيْلَةِ الْاَحْزَانِ

انہوں نے شام کی شراب ترک کر دی اور اس کی لذت کے بدلے انہوں نے غم کی راتوں میں دعا کی لذت اختیار کر لی۔

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 592)

ایک اور شعر میں فرمایا:

وَجَعَلْتَ دَسْكَرَةَ الْمُدَامِ مُخَرَّبًا
وَأَزَلْتَ حَانَتَهَا مِنَ الْبُلْدَانِ

اور تو نے مے خانوں کو ویران کر دیا اور شہروں سے شراب کی دکانیں ہٹا دیں۔

(آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 592)

ظلم کی یہ انتہا تھی کہ لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے، معمولی معمولی باتوں پر لڑنا، ایک دوسرے کو قتل کرنا کوئی بات نہ تھی۔ ہر بچہ اپنے

عزیزوں کے قاتل سے انتقام لینے کے جذبے میں پرورش پاتا تھا۔ اور عفو و درگزر کا دور دور تک نام ونشان نہ ہوتا تھا۔ جبر وتشدد کی ژالہ باریاں مصروف تباہی تھیں۔ لڑکی کی پیدائش پر افسوس ہوتا تھا چنانچہ کہتے ہیں کہ ایک شخص جس کا نام ابوحمزہ تھا وہ صرف اسی وجہ سے اپنی بیوی سے ناراض ہو گیا کہ اس کی بیٹی پیدا ہوئی ہے اور پڑوسیوں کے گھر رہنا شروع کر دیا۔ لہٰذا اس کی بیوی بچی کو لوری دیتی ہوئی یہ شعر پڑھتی کہ :

مَا لِاَبِیْ حَمْزَہ لَا یَأْتِیْنَا
یَظَلُّ فِی الْبَیْتِ الَّذِیْ یَلِیْنَا
غَضْبَانَ اَلَّا نَلِدُ الْبَنِیْنَا
تَا للہِ مَا ذٰلِكَ فِیْ اَیْدِیْنَا

ابوحمزہ کو کیا ہو گیا ہے کہ جو ہمارے پاس نہیں آتا اور پڑوسی کے گھر میں رہ رہا ہے۔ وہ صرف اس بناء پر ناراض ہے کہ ھم نے لڑکا نہیں جنا۔ خدا کی قسم یہ کام میرے دائرۂ اختیار میں نہیں ہے۔

(البیان والتبیین۔ مولف۔ ابو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ۔ الجزء الاول۔ صفحہ 127۔ دار احیاء التراث العربی۔ بیروت۔ لبنان)

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے احسان فرمایا اور انکی یہ حالت ختم ہو گئی اور صنف نازک کا مقام و مرتبہ قائم ہو گیا۔ اور قتل و غارت اور خوف و حراس کی آندھیاں تھم گئیں۔ چنانچہ سیدنا مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

وَ مَا بَقِیَ اَثَرٌ مِنْ ظُلْمٍ وَّ بِدْعَاتٍ
بِنُوْرِ مُهْجَةِ خَیْرِ الْعُجْمِ وَالْعَرَبِ

اور ظلم و بدعات کا کوئی نشان باقی نہ رہا۔ عرب و عجم میں سے بہترین شخص صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جان کے نور کی وجہ سے۔

(سر الخلافۃ۔ روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 430)

اور عورتوں کے نکاح کے متعلق یہ حکم نازل ہوا کہ جن کی حرمت قرآن میں آگئی ان سے نکاح حرام ہو گیا۔ چنانچہ سیدنا احمد علیہ السلام نے فرمایا۔

أَمَّا النِّسَاءُ فَحُرِّمَتْ اِنْکَاحُهَا
زَوْجًا لَهُ التَّحْرِیْمُ فِی الْقُرْاٰنِ

عورتوں سے متعلق تو یہ حکم ہوا کہ ان کا نکاح ایسے خاوند سے جس کی حرمت قرآن میں آگئی حرام کر دیا گیا۔ (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 591)

اس ظالم قوم کے ظلم کا یہ حال تھا کہ قضاء وقدر کی بھی پروا نہ تھی جیسا کہ ایک شاعر کہتا ہے۔

سَاَغْسِلُ عَنِّی الْعَارَ بِالسَّیْفِ جَالِبًا
عَلَیَّ قَضَاءَ اللہِ مَا کَانَ جَالِبًا

میں اپنے اوپر سے شرم و عار کو ضرور تلوار کے ساتھ دھوؤنگا۔ پھر اللہ کی قضاء مجھ پر جو چاہے لاوے مجھے پرواہ نہیں۔

(دیوان الحماسہ۔ تالیف ابی تمام حبیب بن اوس الطائی۔ الطبعۃ الاولی 1998۔ صفحہ 16۔ دار الکتب العلمیہ بیروت۔ لبنان۔)

اس شعر کو پڑھ کر انسان یہ بات کہنے پر مجبور ہوتا ہے کہ واقعۃً یہ ایک مردہ قوم تھی۔ اور اسے اس زندگی بخش رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے زندہ کیا ہے۔ سیدنا احمد علیہ السلام فرماتے ہیں۔

اَحْیَیْتَ أَمْوَاتَ الْقُرُوْنِ بِجَلْوَةٍ
مَاذَا یُمَاثِلُكَ بِهٰذَا الشَّانِ

تو نے صدیوں کے مردوں کو ایک ہی جلوہ سے زندہ کر دیا۔ کون ہے جو اس شان میں تیرا مثیل ہو سکے؟ (آئینہ کمالات اسلام ۔ روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 592)

عرب کی اخلاقی حالت یہ تھی کہ شراب، شباب، کباب جیسی فحاشی کو ھوا دینے والی چیزیں اہل عرب کی رگ و پے میں سرایت کر گئیں تھیں۔ عربی اشعار کا آغاز عورتوں سے محبت سے کرتے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ احسان فرمایا کہ انہیں قرآن کریم جیسی لعل تاباں کتاب کی تعلیم دی اور ان کو تلامیذ القرآن بنا دیا۔ اور وہ ان برائیوں سے نکل کر خدا سے ہمکلام ہوئے اور خدا کی محبت میں فانی ہو گئے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

کَمْ مُسْتَهَامٍ لِلرَّشُوْفِ تَعَشُّقًا
فَجَذَبْتَهُمْ جَذْبًا اِلَی الْفُرْقَانِ

بہتیرے معطر دھن عورتوں کے عشق میں سرگرداں تھے سو تو نے انہیں فرقان کی طرف کھینچ لیا۔ (آئینہ کمالات اسلام ۔ روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 592)

ایک اور شعر میں آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

کَانَ الْحِجَازُ مُغَازِلَ الْغِزْلَانِ
فَجَعَلْتَهُمْ فَانِیْنَ فِی الرَّحْمَانِ

اہل حجاز۔ آھو چشم عورتوں سے عشق بازی میں لگے ہوئے تھے۔ سو تو نے ان کو خدائے رحمان کی محبت میں فانی بنا دیا۔

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 591)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان دلوں کو موہ لینے والے احسانات کے متعلق سیدنا مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

اِحْسَانُهٗ یُصْبِی الْقُلُوْبَ
وَ حُسْنُهٗ یُرْوِیْ الصَّدَا

اس کا احسان دلوں کو موہ لیتا ہے۔ اور اس کا حسن پیاس کو بجھا دیتا ہے۔ (کرامات الصادقین روحانی خزائن جلد 7 صفحہ 70)

یہ نمونۃً چند اشعار ہیں ورنہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے کلام میں ایسے اور متعدد اشعار ہیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کی روشنی ستاروں کی طرح جھلک رہی ہے ۔ جن کو دیکھ کر بے اختیار دل سے یہ آواز آتی ہے۔

یَا رَبِّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّكَ دَائِمًا
فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا وَبَعْثٍ ثَانٖ

اے میرے رب۔ اپنے نبی پر ہمیشہ درود بھیجتا رہ۔ اس دنیا میں بھی اور دوسری دنیا میں بھی۔ آمین۔

★★★

مُہرِ وسیلہ

(مبارک احمد ظفرؔ)

حبیب کبریا کے نام پر اک رات ہو جائے
محمدؐ مصطفی کی شان میں اک نعت ہو جائے

مبارک آؤ اِمشب ہم بھی ایسے رت جگا کر لیں
کسی لمحے خدائے آسماں سے بات ہو جائے

درود و ذکرِ محبوبِ خدا کچھ اس طرح سے ہو
کہ دن پھر عید کا دن، شب شبِ بارات ہو جائے

چڑھے سورج نیا حسنِ عمل کا اپنی دنیا میں
کہ ہر اک سوچ شیطانی کو جس سے مات ہو جائے

مری شاخِ تمنّا پر بہاروں پہ بہار آئے
جو نورِ مصطفائی کی اگر برسات ہو جائے

مری نسلوں کی دنیا کا بنے انمول ورثہ جو
عنائت حوضِ کوثر سے کوئی سوغات ہو جائے

کوئی نظرِ عنائت ہو مری نا چیز ہستی پر!
معزز دو جہانوں میں مری اوقات ہو جائے

مری عرضی تجھی مقبول ہو گی اے مرے آقا!
ترے مہرِ وسیلہ سے اگر اثبات ہو جائے

ظفرؔ ایسے گدا سے شاہ بھی پھر فیض پاتے ہیں
عطا جس کو درِ احمدؐ سے کچھ خیرات ہو جائے

صحابہ رضوان اللہ علیہم کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(از: رحمت اللہ بندیشہ، معاون مفتی سلسلہ احمدیہ ربوہ)

هُوَ الَّذِیٓ اَیَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ (الانفال:63)

وہی اللہ ہے جس نے اپنی نصرت کے ذریعہ اور مومنوں کے ذریعہ تیری مدد کی۔

محبت دو وجہ سے پیدا ہوتی ہے، حسن سے یا احسان سے۔ حسن طبعاً اپنے اندر ایک کشش رکھتا ہے، ایک حسین وجود ہر صاحب ذوق کا دل اپنی طرف کھینچ کر کہتا ہے کہ نظارہ حسن تو یہاں ہے۔ پھر ہمارے نبی کریم ﷺ تو حسن ظاہری و باطنی کا بہترین نمونہ تھے، ایک شاعر نے آپؐ کے بارے میں کیا خوب کہا ہے:

خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِّنْ کُلِّ عَیْبٍ
کَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ

اے پاک نبیؐ آپؐ ہر عیب سے اس طرح پاک و صاف پیدا کئے گئے گویا جس طرح آپؐ چاہتے تھے اس طرح ہی بنائے گئے۔

مہتاب و آفتاب سے بھی بڑھ کر حسین اس پیکر حسن روحانی نے مطلع عالم پر طلوع ہو کر کیا قیامت ڈھائی اُس کا ایک نظارہ عاشق صادق براء بن عازبؓ کی نظر سے کیجئے۔ ان کا بیان ہے چودھویں کی رات تھی، چاند اپنے پورے جوبن پر تھا۔ ہمارے محبوب رسولؐ نے سرخ جوڑا پہنا ہوا تھا۔ میں ایک نظر چودھویں کے چاند پر اور ایک اپنے پیارے محبوب کے روشن چہرے پر ڈالتا تھا اور خدا کی قسم اس رات مجھے نبی کریمؐ کا چہرہ چودھویں کے چاند سے کہیں زیادہ حسین معلوم ہوتا تھا۔ (ترمذی)

بے شک اس چاند چہرے کی کشش بھی نرالی تھی۔ مگر حسن ظاہری سے کہیں بڑھ کر آپؐ کے حسن باطنی کو کمال حاصل تھا۔ آپؐ خود فرمایا کرتے تھے کہ یہ دلوں کی فطرت ہے کہ وہ احسان کرنے والوں کی طرف مائل اور ان کی محبت میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ (ابن عدی)

رسول کریمؐ نے تو بلاشبہ محبت اور احسان کر کے اپنے صحابہ کے دل جیتے۔ آنحضرتؐ کی محبتوں کا ہی کرشمہ تھا جس نے نئی محبتوں کو جنم دیا اور اس محسن انسانیت کے ہزاروں عاشق پیدا ہوئے۔ یہ آپؐ کی بے لوث محبت کی برکت تھی۔ صحابہ آپؐ کو دل و جان سے چاہتے تھے اور آپؐ کے پسینہ کی جگہ خون بہانے کو تیار ہوتے تھے۔ پس رسول اللہؐ کی شفقتوں کے جواب میں صحابہ کے رسول اللہؐ سے عشق و فدائیت کے نظارے بھی دراصل سیرت رسولؐ کا ایک اہم باب ہے۔ محبتوں کے یہ قصے دل کو بہت ہی لبھانے والے ہیں۔

یوں تو نبی کریم ﷺ کو اپنے تمام اصحاب ہی بہت پیارے تھے مگر سب سے قریبی اور قدیمی باوفا دوست حضرت ابوبکرؓ کا اور ہی مقام تھا جنہوں نے زندگی کے ہر موڑ پر وفا کر دکھائی۔

ہمیشہ ہی حضرت ابوبکرؓ آنحضرت ﷺ کی حفاظت کے لئے آپؐ کے آگے پیچھے کمر بستہ رہے اور ہمیشہ آنحضرت ﷺ سے اپنی جان سے بھی بڑھ کر پیار کیا۔ اہل مکہ کے مظالم دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ نے آنحضرت ﷺ سے مدینہ ہجرت کی اجازت طلب کی تو حضورؐ نے فرمایا "ابوبکر انتظار کرو شاید اللہ تمہارا کوئی اور ساتھی پیدا کر دے۔" یہ بھی دلی پیار کا ایک عجیب اظہار تھا۔

ہجرت مدینہ کے مبارک سفر میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جس وفاداری اور جاں نثاری کا نمونہ دکھایا اس کی مثال نہیں ملتی۔ سفر ہجرت میں تاجدار عرب کا یہ بے کس سپاہی آپؐ کی حفاظت کی خاطر کبھی آگے آتا تو کبھی پیچھے کبھی دائیں تو کبھی بائیں اور اس طرح اپنے آقا کو بحفاظت یثرب پہنچایا۔ (حلبیہ)

حضرت عمرؓ بھی رسول اللہؐ کے سچے عاشق تھے۔ زُہرہ بن معبدؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہؐ کے ساتھ تھے۔ حضورؐ نے حضرت عمرؓ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ وہ فرطِ محبت میں کہنے لگے۔ "اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ مجھے ہر چیز سے زیادہ پیارے ہیں سوائے میری جان کے۔ نبی کریمؐ نے فرمایا۔" اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کی جان سے بھی زیادہ پیارا نہ ہوں۔" حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔ "اچھا تو خدا کی قسم آج سے آپؐ مجھے میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔" رسول کریمؐ نے فرمایا "اے عمرؓ کیا آج سے؟" گویا حضور سمجھتے تھے کہ عمرؓ فی الواقعہ دلی طور پر اس اظہار سے پہلے ہی آپؐ کو جان سے عزیز تر جانتے تھے۔ (احمد)

حضرت عثمانؓ اور علیؓ نے بھی ہمیشہ رسول اللہؐ کی خاطر فدائیت کے نمونے دکھائے۔ حضرت عثمانؓ نے ایک طرف اپنے اموال خدا کی راہ میں بے دریغ خرچ کر کے "غنی" کا خطاب پایا۔ تو دوسری طرف حدیبیہ میں رسول کریمؐ نے اپنے نمائندہ صلح حضرت عثمانؓ کی خاطر صحابہ سے موت پر بیعت لی اور اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر رکھ کر فرمایا یہ عثمانؓ کا ہاتھ ہے۔

حضرت علیؓ نے تو روز اوّل سے ہی رسول اللہؐ کی تائید و نصرت کی حامی بھری تھی، جب رسول اللہؐ نے اللہ کے حکم کے مطابق اپنے خاندان کے لوگوں سے دعوت و تبلیغ کا آغاز کیا تھا، اُس وقت سب اہل خاندان نے انکار کیا سوائے اُس کمسن بچے علیؓ کے جس نے کمزوری کے باوجود مدد کا وعدہ کیا اور پھر زندگی بھر اُسے خوب نبھایا۔ ہجرت مدینہ کے وقت حضرت علیؓ نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر رسول اللہؐ کی جگہ آپؐ کے گھر میں ٹھہرنا صدق دل سے قبول کیا۔ (احمد)

امین الامت حضرت ابوعبیدہؓ بھی انہی وفا شعار عشاق میں سے تھے۔ جن کے بارے میں رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کے بعد ابوعبیدہؓ مجھے سب سے پیارے ہیں۔ حضرت ابوعبیدہؓ کے عشق رسول کا کڑا امتحان یوں ہوا کہ جنگ اُحد میں مدمقابل لشکر کفار میں آپؓ کا بوڑھا والد عامر بھی برسر پیکار تھا، ابوعبیدہؓ ایک بہادر سپاہی کی طرح داد شجاعت دیتے ہوئے میدان کارزار میں آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے کہ والد سے سامنا ہو گیا جو کئی بار تاک کر آپؓ کو نشانہ بنانے کی کوشش کر چکا تھا، ذرا سوچئے تو وہ کتنا کٹھن اور جذباتی مرحلہ ہوگا کہ ایک طرف باپ ہے اور دوسری طرف خدا اور اس کا رسولؐ ہیں جن کے خلاف باپ تلوار سونت کر نکلا ہے، مگر دنیا نے دیکھا کہ ابوعبیدہؓ جیسے قوی اور امین کو یہ فیصلہ کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی کہ خدا کی خاطر اُن کی سونتی ہوئی شمشیر برہنہ نہیں رکے گی جب تک دشمنانِ رسول کا قلع قمع نہ کر لے خواہ مدمقابل باپ ہی کیوں نہ ہو۔ اگلے لمحے میدان بدر میں ابوعبیدہؓ کا مشرک والد عامر اپنے موحد بیٹے کے ہاتھوں ڈھیر ہو چکا تھا۔ آفرین تجھ پر اے امین الامت آفریں! تو نے کیسی شان سے حق امانت ادا کیا کہ باپ کا مقدس رشتہ بھی اس میں حائل نہ ہو سکا۔ اسی تاریخی موقع پر سورۃ مجادلہ کی آیت ۲۳ اتری جس میں اللہ تعالیٰ ایسے کامل الایمان مومنوں کی تعریف کرتا ہے جو خدا کی خاطر اپنی رشتہ داریاں بھی قربان کر دیتے ہیں۔ (ابن حجر)

بعض صحابہ سے عشق رسول کے ایسے مناظر بھی دیکھے گئے کہ دوسرے صحابہ کو ان پر رشک آتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے تھے کہ میں نے بدر کے موقع پر مقداد بن الاسودؓ سے ایک ایسا نظارہ دیکھا کہ (میرا دل کرتا ہے کہ) کاش ان کی جگہ میں ہوتا اور یہ سعادت مجھے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبوب لگتی ہے۔ وہ یہ کہ رسول کریم ﷺ بدر کے موقع پر مشرکوں کے خلاف مسلمانوں کو تحریک جنگ فرما رہے تھے تو مقدادؓ نے کہا یا رسولؐ اللہ! ہم قوم موسیٰ کی طرح یہ نہ کہیں گے کہ تم اور تمہارا رب جا کر لڑو بلکہ ہم آپؐ کے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی، آپؐ کے آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں آپؐ کی جان ہے اگر آپؐ سواریوں کو برک الغماد مقام تک بھی لے جائیں تو ہم آپؐ کی پیروی کریں گے۔ (بخاری)

غزوۂ اُحد میں جب کفار نے دوبارہ حملہ کیا تو جن صحابہ نے رسول اللہؐ کو اپنے حصار میں لے کر جان کی بازی لگا کر آپؐ کی حفاظت کی ہے، ان میں ابوطلحہؓ کا نمایاں مقام ہے۔ وہ رسول اللہؐ کے سامنے سینہ سپر ہو گئے۔ رسول اللہؐ آپ کو تیر پکڑاتے اور سر

اٹھا کر دیکھنا چاہتے کہ کہاں پڑا ہے۔ابوطلحہؓ عرض کرتے۔''یارسول اللہؐ آپؐ سر اٹھا کر نہ جھانکیئے کہیں آپؐ کو کوئی تیر نہ لگ جائے میرا سینہ آپؐ کے سینہ کے آگے سپر ہے۔''(بخاری)

رسول اللہؐ کے ایک اور عاشق صادق حضرت مصعب بن عمیرؓ تھے۔جو ایک امیر کبیر گھرانے کے فرد تھے مگر انہوں نے قبول اسلام کے بعد شہزادگی چھوڑ کر درویشی اختیار کر لی تھی۔ ایک دن رسول اللہؐ نے دیکھا مصعب بن عمیرؓ اس حال زار میں آپؐ کی مجلس میں آئے ہیں کہ پیوند شدہ کپڑوں میں ٹاکیاں بھی چمڑے کی لگی ہیں۔صحابہؓ نے دیکھا تو سر جھکا لئے کیونکہ وہ بھی مصعبؓ کی کوئی مدد کرنے سے معذور تھے۔مصعبؓ نے آکر سلام کیا۔آنحضرتؐ نے دلی محبت سے وعلیکم السلام کہا اور اس صاحب ثروت نوجوان کی آسائش کا زمانہ یاد کر کے آپؐ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ پھر مصعبؓ کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔الحمدللہ دنیا داروں کو ان کی دنیا نصیب ہو۔میں نے مصعبؓ کو اس زمانے میں بھی دیکھا ہے جب شہر مکہ میں ان سے بڑھ کر صاحبِ ثروت ونعمت کوئی نہ تھا۔مگر خدا اور اس کے رسولؐ کی محبت نے اسے آج اس حال تک پہنچایا ہے۔(ابن سعد)

حضرت انسؓ بن مالک کہتے ہیں کہ ان کے چچا انس بن نضرؓ بدر میں شامل نہیں تھے۔ اسلام کی پہلی جنگ سے غیر حاضری کی وجہ سے اُن کو بے حد افسوس تھا۔انہوں نے رسول اللہؐ کے سامنے عہد کیا کہ اگر آئندہ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کے ساتھ کسی غزوہ میں شامل ہونے کا موقع دیا تو اللہ دیکھے گا میں کیا کر دکھاتا ہوں۔ چنانچہ اُحد کے دن وہ خوب لڑے مگر جب درّہ چھوڑنے کی وجہ سے مسلمانوں کو فتح کے بعد پسپائی ہوئی تو انہوں نے جوش غیرت میں کہا اے اللہ! ان مسلمانوں میں سے جو درّہ چھوڑ گئے اس کے لئے میں تجھ سے معافی چاہتا ہوں اور مشرکوں کے فعل سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں۔پھر وہ تلوار لے کر آگے بڑھے۔ راستے میں سعد بن معاذؓ ملے تو اُن سے کہنے لگے اے سعدؓ! کہاں جاتے ہو؟ مجھے تو اُحد کے ورے جنت کی خوشبو آرہی ہے۔چنانچہ میدان اُحد میں لڑتے ہوئے شہید ہو گئے مگر ایسی بے جگری اور بہادری سے لڑے کہ جسم پر اسّی سے اوپر تلواروں ، نیزوں اور تیروں کے زخم تھے جن کی وجہ سے نعش پہچانی نہ جاتی تھی۔ان کی بہن نے آکر انگلی کے پورے پر ایک نشان سے ان کی لاش پہچانی۔(بخاری)

رسول اللہؐ کے باوفا غلاموں میں ثوبانؓ بن مالک بھی تھے۔ایک دفعہ روتے ہوئے حاضر ہوئے۔رسول اللہؐ نے حال پوچھا تو کہنے لگے یا رسول اللہؐ! اس دنیا میں تو جب جی کرتا ہے آکر آپؐ کی زیارت کر لیتے ہیں۔ اگلے جہاں میں تو آپؐ بلند مقامات پر ہوں گے تب آپؐ تک رسائی کیسے ہوگی؟ یہ خیال بے چین کر دیتا ہے۔رسول کریمؐ نے ثوبانؓ کو خوشخبری دی کہ آدمی اس کے ساتھ ہوتا ہے جس کے ساتھ اسے محبت ہو۔(بخاری)

عشق رسول تو ایمان کی علامت ہے۔اس لئے صحابیات رسولؐ بھی اس میدان میں مردوں سے پیچھے نہ تھیں۔وہ رسول اللہؐ کے حالات اور ضروریات پر نظر رکھتیں اور ان کو پورا کر کے ثواب اور تسکین دل حاصل کرنا چاہتیں۔

اُحد کے دن مدینہ میں یہ خبر پھیل گئی کہ رسول اللہؐ شہید ہو گئے ہیں۔ مدینہ میں عورتیں رونے اور چلانے لگیں۔ایک عورت کہنے لگی تم رونے میں جلدی نہ کرو میں پہلے پتہ کر کے آتی ہوں، وہ گئی تو پتہ چلا کہ اس کے سارے عزیز شہید ہو چکے تھے۔اس نے ایک جنازہ دیکھا، پوچھا یہ کس کا جنازہ ہے۔ بتایا گیا کہ یہ تمہارے باپ کا جنازہ ہے۔اس کے پیچھے تمہارے بھائی، خاوند اور بیٹے کا جنازہ بھی آرہا ہے۔وہ کہنے لگی مجھے یہ بتاؤ رسول اللہؐ کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے کہا نبی کریمؐ وہ سامنے تشریف لا رہے ہیں۔وہ رسول اللہؐ کی طرف لپکی اور آپؐ کے کرتے کا دامن پکڑ کر کہنے لگی میرے ماں باپ آپؐ پر قربان اے اللہ کے رسولؐ! جب آپؐ زندہ ہیں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں۔(ہیثمی)

الغرض کیا مرد اور کیا عورتیں اور کیا بچے سب ہی اس پاک رسولؐ کے دیوانے اور اس کے منہ کے بھوکے تھے اور یہ کمال آنحضورؐ کے اخلاق فاضلہ کا تھا جن سے دنیا آپؐ کی گرویدہ تھی اور آج تک ہے اور رہے گی۔

★★★

اسلام اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے پناہ عشق

منظوم کلام سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے

کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلائے
یہ ثمر باغ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے

ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا
نور ہے نور اٹھو دیکھو سنایا ہم نے

اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا
کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے

تھک گئے ہم تو انہیں باتوں کو کہتے کہتے
ہر طرف دعوتوں کا تیر چلایا ہم نے

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بُلایا ہم نے

یونہی غفلت کے لحافوں میں پڑے سوتے ہیں
وہ نہیں جاگتے سو بار جگایا ہم نے

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے

آج ان نوروں کا اِک زور ہے اِس عاجز میں
دل کو ان نوروں کا ہر رنگ دلایا ہم نے

جب سے یہ نور ملا نور پیمبر سے ہمیں
ذات سے حق کی وجود اپنا ملایا ہم نے

مصطفیٰ پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت
اس سے یہ نور لیا بار خدایا ہم نے

ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام
دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے

اُس سے بہتر نظر آیا نہ کوئی عالم میں
لاجرم غیروں سے دل اپنا چھڑایا ہم نے

مورد قہر ہوئے آنکھ میں اغیار کے ہم
جب سے عشق اس کا تہِ دل میں بٹھایا ہم نے

کافر و ملحد و دجّال ہمیں کہتے ہیں
نام کیا کیا غمِ ملّت میں رکھایا ہم نے

گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیض گھٹایا ہم نے

تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمدؐ
تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے

تیری اُلفت سے ہے معمور مرا ہر ذرّہ
اپنے سینہ میں یہ اک شہر بسایا ہم نے

صفِ دشمن کو کیا ہم نے بہ حجت پامال
سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے

نور دکھلا کے تیرا سب کو کیا ملزم و خوار
سب کا دل آتش سوزاں میں جلایا ہم نے

نقش ہستی تری الفت سے مٹایا ہم نے
اپنا ہر ذرّہ تری راہ میں اڑایا ہم نے

تیرا میخانہ جو اِک مرجع عالم دیکھا
خُم کا خُم منہ سے بصد حرص لگایا ہم نے

شانِ حق تیرے شمائل میں نظر آتی ہے
تیرے پانے سے ہی اُس ذات کو پایا ہم نے

چھو کے دامن ترا ہر دام سے ملتی ہے نجات
لاجرم در پہ ترے سر کو جھکایا ہم نے

دلبرا مجھ کو قسم ہے تری یکتائی کی
آپ کو تیری محبت میں بھلایا ہم نے

بخدا دل سے مرے مٹ گئے سب غیروں کے نقش
جب سے دل میں یہ تیرا نقش جمایا ہم نے

دیکھ کر تجھ کو عجب نور کا جلوہ دیکھا
نور سے تیرے شیاطیں کو جلایا ہم نے

ہم ہوئے خیر امم تجھ سے ہی اے **خیر رسل**
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

آدمی زاد تو کیا چیز فرشتے بھی تمام
مدح میں تیری وہ گاتے ہیں جو گایا ہم نے

قوم کے ظلم سے تنگ آکے مرے پیارے آج
شور محشر ترے کوچہ میں مچایا ہم نے

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ 224، مطبوعہ 1893، روحانی خزائن جلد 5، صفحہ 224)

★★★

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عشقِ الٰہی

(جمیل احمد بٹ ایڈیٹر المصلح کراچی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عشقِ الٰہی کا مضمون آپ کی تمام حیاتِ طیبہ پر محیط ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے اس خوبصورت فارسی شعر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عاشقانِ الٰہی کے گروہ کا بادشاہ فرما کر آپؐ کے عشقِ الٰہی کے سمندر کو کوزے میں سمیٹ دیا ہے کہ ؎

سرور خاصانِ حق ، شاہِ گروہ عاشقان
آنکہ روحش کرد طے ہر منزلِ وصلِ نگار

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۲۳)

ترجمہ: وہ خاصانِ حق کا سردار اور عاشقانِ الٰہی کی جماعت کا بادشاہ ہے جس کی روح نے معشوق کے وصل کے ہر درجے کو طے کرلیا ہے۔

اس عشق کے چند پہلوؤں کا کسی قدر ذکر اس مضمون کا موضوع ہے۔

ابتداء سے ہی اسیرِ محبت

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ نبوت کے شب و روز تو تمام تر عشقِ الٰہی کے اظہار سے منور تھے ہی لیکن واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ایک دلدار اور دلبر کے اسیر رہے۔ لڑکپن اور نوجوانی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے ہم جولیوں کی سرگرمیوں سے الگ اور ممتاز رہنا، جوانی میں طاہر، امین اور صدوق بن کر اسبابِ دنیا سے بے نیازی اور سیر چشمی روا رکھنا اور ظاہرا محرومیوں کو ایک شانِ استغناء سے نظر انداز کر کے ہمیشہ ایک صابر اور راضی برضا وجود بنے رہنا یہ سب ایک اعلیٰ اور برتر ہستی کے عشق میں مگن رہنے کے اظہار ہی تو تھے۔

محبت کی یہی تڑپ فزوں تر ہو کر آپ کو بار بار زندگی کی ہل چل سے دور، شہر سے باہر ایک تنگ و تاریک غار میں لے جاتی۔ جہاں کئی کئی دن آپ تنِ تنہا قیام کر کے ہمہ وقت اللہ کی یاد میں محو رہتے۔ آپ کو وہاں تاریکی سے وحشت ہوتی نہ تنہائی سے اداسی، نہ بچھوؤں کا خوف اور نہ سانپوں کا ڈر۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شب و روز یوں عشق میں گم دیکھنے والے آپ کے مخالف بھی پکار اُٹھتے عَشِقَ مُحَمَّدٌ رَبَّہٗ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ربّ کا عاشق ہے۔

بارگاہِ الٰہی میں مقبولیت

یہ بےخودی، ایک ایسا غیر معمولی اظہارِ عشق تھا جو بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہوا اور آپ کو قربِ الٰہی کا انعام عطا ہوا جیسا کہ اللہ نے فرمایا: وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى (ضحیٰ ۹۳:۸)

''اور تجھ کو ضال پایا پس اپنی طرف کھینچ لایا۔'' اس آیت کے لفظ ضال کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ خوبصورت توضیح فرمائی ہے کہ ''ضال یعنی عاشقِ وجہُ اللہ''

(آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ نمبر ۱۷۱)

یہ منزل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عشقِ الٰہی کے سفر میں ایک نیا آغاز بن گئی اور آپ نے خدا سے اتنی محبت کی کہ جو بالآخر اس سَند خوشنودی کی حق دار ٹھہری کہ:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (انعام ۶: ۱۶۳)

ترجمہ: تو کہہ دے کہ یقیناً میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔

سرشاریٔ عشق

عشقِ الٰہی کی یہی سرشاری تھی کہ جب اہلِ مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی راہ سے روکنے کے لئے مال و دولت، حسین عورت اور سرداری کی پیش کش کی تو آپ نے دنیا کی ان نعمتوں کو ذرّہ برابر اہمیت نہ دی اور ان سب کو بلا تامّل ٹھکرا کر ان کی جگہ اللہ کی خاطر اپنے لئے گالیاں، کانٹے، برستے پتھر، بہتا خون اور جلاوطنی کو اختیار کرلیا۔ اسی دیوانگیٔ عشق نے آپ کو مکہ کی گلیوں میں مجنون کہلوایا۔

مزید طلب گارِ محبت

اس عشق کے باوجود اللہ سے محبت کو اور بھی بڑھانے کے لئے آپ یوں دعا گو رہتے:

''اے اللہ مَیں تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں اور ان کی محبت جو تجھ سے محبت کرتے ہیں اور اس عمل کی محبت جو مجھے تیری محبت تک پہنچا دے۔ اے میرے اللہ ایسا کر کہ تیری محبت مجھے اپنی جان، اپنے مال، اپنے اہل و عیال اور ٹھنڈے میٹھے پانی سے بھی زیادہ پیاری لگے۔''

(ترمذی کتاب الدعوات)

ذکرِ محبوب

ایک عاشقِ صادق ہونے کے ناطے محبوب کا ذکر ہر دم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر رہتا۔ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، سوتے جاگتے غرضیکہ ہر حرکت اور سکون میں آپ اللہ کو یاد کرتے اور اسی سے مدد چاہتے۔ ہر ارادہ پر اِنْشَاءَ اللّٰہُ، ہر کام کے آغاز پر بِسْمِ اللّٰہِ، ہر نعمت پر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، ہر بڑے واقعہ پر سُبْحَانَ اللّٰہِ، مصیبت کے وقت اِنَّا لِلّٰہِ، مکروہ بات پر لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ، گناہ کی بات پر اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ اور ہر اہم کام کے آغاز پر اَعُوْذُ بِاللّٰہِ۔ اس کے علاوہ ہر موقع کی مناسبت سے اللہ سے دعائیں آپ کا معمول تھا۔

غیرتِ محبوب

محبوب کے لئے غیرت عشق کا ایک لازمہ ہے۔ یہ اسی کا ایک بےتابانہ اظہار تھا کہ جب جنگِ احد کے اختتام پر ایک کافر سردار نے آپ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی ساتھیوں کے نام پکارے اور صحابہ تعمیلِ حکم میں خاموش رہے تو دشمن کو اپنی جیت اور بڑی لگی اور اُس نے ھُبل بت کے حق میں نعرہ لگایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم غیرتِ الٰہی سے تڑپ اُٹھے اور نزاکتِ وقت سے بے پرواہ ہو کر صحابہ کو ان جوابی نعروں کی ہدایت فرمائی کہ:

اَللّٰہُ اَعْلٰی وَ اَجَلّ ۔ اَللّٰہُ مَوْلٰنَا وَلَا مَوْلٰی لَکُمْ کہ اللہ ہی صاحبِ عزت اور عظمت ہے، اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور تمہارا کوئی مولیٰ نہیں۔ (بخاری کتاب المغازی)

شغفِ عبادت

اپنے محبوب کے پاس حاضری کے لئے حالتِ نماز آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں کہ ''آپ کی نماز کے حسن اور طوالت کا کیا کہنا''!

(بخاری کتاب الجمعہ)

نماز میں خُدا کے حضور اتنی دیر کھڑے رہتے کہ پنڈلیاں سوج جاتیں۔ ساتھ شامل ہونے والے ایک صحابی نے بیان کیا کہ مَیں نے تھک کر ایک ایسی بات کا ارادہ کیا جو بُری تھی اچھی نہ تھی۔ پوچھا گیا یہ کیا بات تھی بتایا کہ مَیں نے ارادہ کیا کہ مَیں بیٹھ جاؤں اور آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اکیلا کھڑا رہنے دوں۔

(بخاری کتاب الجمعہ)

سجدہ کا یہ عالم تھا کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک بار اتنا لمبا سجدہ کیا کہ مجھے شبہ ہوا کہ کہیں حضور نے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد نہ کردی ہو۔ بے چینی سے اٹھی، پاؤں کو ہاتھ لگایا تو تسلی ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سجدہ میں یوں دعا گو تھے:

''اے اللہ تو معاف کرنے والا ہے، معاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے، پس مجھے معاف کردے۔''

خدا تعالیٰ سے راز و نیاز کرنا آپ کو اتنا عزیز تھا کہ کئی یخ بستہ اور تاریک راتوں میں آپ حضرت عائشہؓ کا بستر چھوڑ کر نماز میں مصروف ہو جاتے۔ ایک بار حضرت عائشہؓ آپ کو بستر پر نہ پا کر تلاش کے لئے نکلیں تو آپ کو اس حالت میں سجدہ میں پایا کہ سینہ ہنڈیا کی طرح ابل رہا تھا۔ اور زبان پر بتکرار یہ اظہارِ عشق تھا۔

اَللّٰھُمَّ سَجَدَ لَکَ رُوْحِیْ وَجَنَانِیْ

اے میرے اللہ تیرے حضور میرا دل اور میری روح سجدہ ریز ہے۔

ایک بار حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ اگر اجازت دو تو یہ رات مَیں اپنے مولیٰ کی عبادت میں گزار لوں۔ حضرت اُم المومنینؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میری خوشی تو اسی میں ہے جس میں آپ خوش ہیں۔ اور پھر وہ طویل رات آپ نے اپنے ربّ کی عبادت میں گزار دی۔

(درِ منثور سیوطی جلد ۶، صفحہ ۲۷، مطبوعہ

بیروت۔ بحوالہ اسوہ انسانِ کامل از حافظ مظفر احمد صاحب صفحہ ۳۵ ، مصطفی اکیڈمی، لاہور، ۲۰۰۳ء)

ان شب بیداریوں کے بعد بھی جب آپ سوتے تو دل خیالِ یار میں ہی اٹکا رہتا جیسا کہ فرمایا:

"میری آنکھیں تو بے شک سوتی ہیں لیکن دل بیدار رہتا ہے۔" (صحیح بخاری)

یہ شوقِ عبادت ہی تھا کہ وفات سے کچھ پہلے شدتِ بیماری میں نماز کے لئے اس حال میں چلے کہ آپ کے ہاتھ دو صحابہ کے کندھوں پر تھے اور پاؤں زمین پر گھسٹتے جاتے تھے۔

سوزشِ عشق

نماز کی طرح آپ کے عشقِ الٰہی کا یہی رنگ روزہ میں بھی نمایاں تھا۔ ماہِ رمضان آتے ہی آپ ذکرِ الٰہی اور عبادت کے لئے پہلے سے بھی زیادہ کمر بستہ ہو جاتے۔ ایک عاشقانہ کیفیت میں روزہ گزارتے اور جب افطار کرتے تو کہتے: اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ "کہ اے اللہ مَیں تیرے لئے ہی کھانے سے رکا تھا اور اب تیرے دیئے ہوئے رزق سے ہی پھر کھاتا ہوں۔"

سراپا جود و سخا بن کر اس مہینہ میں آپ کی تیز آندھی جیسی سخاوت اور سب کچھ لُٹا دینے کی کیفیت بھی محبت کی ایک ترنگ ہی تھی۔ جب آخری عشرہ آتا تو بقول حضرت عائشہؓ آپ راتوں کو اور بھی زندہ کر دیتے۔ ہر سال اعتکاف بیٹھتے اور دس دن رات مسجد میں ڈیرے ڈالے اپنے پیارے ربّ سے راز و نیاز کے علاوہ کوئی شغل نہ ہوتا۔

شکر گزاری

محبوب کی شکر گزاری بھی محبت کا ایک قرینہ ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی ہر نعمت پر انتہائی شکر کرتے۔ شکر کا یہ عاشقانہ اظہار ہی تھا کہ بارش ہوتی تو اس کے قطرہ کو زبان پر لیتے اور فرماتے 'یہ میرے ربّ کی تازہ نعمت ہے'۔ عبادتِ الٰہی میں مشقت کو بھی آپ اسی شکر گزاری کا تقاضا جانتے۔ چنانچہ یہ کیا ہی خوب شکرِ نعمت تھا کہ جب ایک بار حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ آپ کو اللہ نے بخش دیا ہے تو پھر کیوں آپ عبادت میں اتنی تکلیف اٹھاتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا "کیا مَیں اپنے ربّ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟"

(بخاری کتاب التفسیر)

خشیتِ الٰہی

محبت کے رنگوں میں سے ایک رنگ محبوب کی ناراضگی کا خوف ہے۔ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس سے ترساں رہتے۔ اللہ تعالیٰ سے آپؐ کی خشیت کا یہ عالم تھا کہ ایک بار اُفق پر غبار چھایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مضطرب ہو کر ٹہلنے لگے۔ کسی صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ بادل آئے ہیں گھبرانے کی کون سی بات ہے؟ فرمایا ثمود کی قوم پر اسی طرح ہوا چلی تھی جس نے سب کچھ تباہ کر کے رکھ دیا تھا۔ آپؐ حالت سجدہ میں اپنے رب سے معافی کے یوں طالب رہتے کہ:

"اے اللہ تو معاف کرنے والا ہے، معاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے، پس مجھے معاف کر دے۔"

شوقِ ملاقات

عاشق کا منتہیٰ محبوب سے ملاقات ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشقِ الٰہی کی یہ معراج تھی کہ اس شوقِ ملاقات میں آپ نے دنیا کو تج دیا۔ فتح مکہ کے بعد ایک دن فرمایا:

"اللہ نے ایک بندے کو اختیار دیا کہ چاہو تو اس دنیا میں رہو اور چاہو تو میرے پاس آجاؤ اور بندے نے اپنے مولیٰ کے پاس جانا ہی پسند کیا۔"

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے یہ سنا تو بے اختیار رو پڑے۔ آپؓ جان گئے کہ یہ بندہ خود آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنہوں نے اپنے محبوب خدا سے ملنے کو اس دنیا میں رہنے پر ترجیح دی ہے۔

اور بالآخر جب یہ وقت آ گیا تو ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے زبان پر تکرار سے محبوب ہی کا نام تھا کہ:

اَللّٰھُمَّ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی

اے اللہ! بزرگ و برتر ساتھی۔ اور یہی کہتے کہتے ہاتھ ڈھلک گیا اور اپنے ربّ سے ملاقات کی منتظر آپ کی روحِ اطہر اسے پکارتی ہوئی اس کے حضور حاضر ہوگئی۔

اور یوں عشقِ الٰہی میں گزری ہوئی اس تمام زندگی کا وقتِ آخر بھی اس بات پر گواہ ہوا کہ عَشِقَ مُحَمَّدٌ رَبَّہٗ

چراغ سے چراغ

اس عشقِ الٰہی نے آپ کو صاحبِ قوسین اور مظہرِ اتم الوہیت کے آخری روحانی مقام پر پہنچا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام عالمین کے لئے رحمت کر دیا جس کے تحت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مخلوق کو اللہ کی اولاد جانا کہ سب سے خوب محبت کی اور جہاں ان سے شفقت اور محبت کا سلوک کیا وہیں ان کی ہدایت کے لئے بھی مضطرب اور بے چین رہے۔ بعض راتیں یہ دعا مانگتے گزر جاتیں کہ:

محمد ﷺ فخرِ شانِ آدمیت
محمد ﷺ مظہرِ ذاتِ خدا ہے

(حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ)

محمدؐ مصطفےٰ ہے مجتبےٰ ہے　　محمدؐ مہ لِقا ہے دِل رُبا ہے
محمدؐ جامعِ حُسن و شمائل　　محمدؐ محسنِ ارض و سما ہے
کمالاتِ نبوت کا خزانہ　　اگر پوچھو تو ختم الانبیاءؐ ہے
شریعت اُس کی کامل اور مُدلَّل　　غذا ہے اور دُعا ہے اور شفا ہے
مبارک ہے یہ آنحضرتؐ کی اُمّت　　کہ عالم اس کا مثلِ انبیاء ہے
وہ سنگِ گوشۂ قصرِ رِسالت　　یہی تورات نے اس کو لکھا ہے
گِرا جس پر ہوا وہ چورا چورا　　گرا جو اس پہ خود ٹکڑے ہوا ہے
کہا ہے سچ مسیحؑ ناصری نے　　نُزول اس کا نُزولِ کِبریا ہے
نہیں دیکھا ہے ان آنکھوں نے اس کو　　مگر دیکھا مثیلِ مصطفیٰ ہے
مِرے تو ظِلّ سے ہی جب اُڑ گئے ہوش　　تو پھر اصلی خدا جانے کہ کیا ہے

کروں کیا وصف اُس شمسُ الضحیٰ کا
کہ جس کا چاند یہ بدرُ الدُّجیٰ ہے

محمدؐ نیّرِ راہِ ہُدیٰ ہے　　محمدؐ شافعِ روزِ جزا ہے
محمدؐ فخرِ شانِ آدمیت　　محمدؐ مظہرِ ذاتِ خدا ہے
محمدؐ باعثِ تکوینِ عالم　　جسے لَولاک خالِق نے کہا ہے
محمدؐ مالِکِ مُہرِ نبوت　　'نبی گر' اس لئے کہنا روا ہے
محمدؐ پیکرِ عصمت سراسر　　کہ ہر بات اُس کی وحیٔ بے خطا ہے
محمدؐ قابَ قوسینِ محبت　　شفیعِ وصلِ انسان و خدا ہے
محمدؐ رحمۃ للعالمیں ہے　　عدُو تک جس کے اِحساں سے دبا ہے
محمدؐ حاملِ توحیدِ باری　　جو عالم کے لئے رازِ بقا ہے
محمدؐ صاحبِ اخلاقِ کامل　　جمالی اور جلالی ایک جا ہے
ہر اِک حالت سے گزرا جب کہ وہ خود　　تو ہر اک خُلق بھی دِکھلا دیا ہے
محمدؐ راز دانِ علمِ یزداں　　کہ باطل جس سے سحرِ فلسفہ ہے

محمدؐ قاسمِ اِنعامِ کوثر
ہر اِک نعمت جہاں بے انتہا ہے

ثنا کیا ہوسکے اس پیشوا کی　　کہ پیرو جس کا محبوبِ خدا ہے
ہُدیٰ اور دینِ حق کا لے کے ہتھیار　　ہر اک مِلّت پہ وہ غالب ہوا ہے
عَلَم بردارِ آئینِ مُساوات　　بڑا اِحسان دُنیا پر کیا ہے
اُٹھایا خاک سے روندے ہوؤں کو　　ہر اک جانب سے شورِ مرحبا ہے
ہوا قرآن اُس کے دِل پر نازِل　　وہ دِل کیا ہے کہ عرشِ کبریا ہے
وہی زندہ نبی ہے تا قیامت　　کہ لنگر فیض کا جاری سدا ہے
امامِ سالِکانِ برق رَفتار　　کہ سِدرہ ایک شب کی مُنتہیٰ ہے
درندے بن گئے انسانِ کامِل　　اثر صُحبت کا خود اک معجزہ ہے
یتیمی سے شہنشاہی پہ پہنچا　　مگر پھر بھی وہی عجز و دُعا ہے
غرض سچ مچ محمدؐ ہے محمدؐ　　جبھی تو چار سُو صلِّ علیٰ ہے

''اے اللہ! اگر تو انہیں عذاب دے گا تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر انہیں بخش دے تو تُو غالب اور حکمت والا ہے۔''

اسی تڑپ اور دعاؤں کے نتیجہ میں ایک عظیم روحانی انقلاب بر پا ہوا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی آپؐ دوبارہ اس کو دنیا میں لائے۔ پشتوں سے شرک میں مبتلا لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ سے نہ صرف باخدا ہو گئے بلکہ ایسے خدا نما وجود بن گئے جن کے بارے میں ایک موقع پر یہ ارشاد ہوا:

''اللہ کے بعض بندے پراگندہ بال اور غبار آلود ہوتے ہیں۔ دروازوں پر سے ان کو دھکے دئے جاتے ہیں لیکن اگر وہ اللہ کی قسم کھا لیں کہ ایسا ہو تو خدا تعالیٰ ویسا ہی کر دیتا ہے۔''

یہ اصحاب آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق الٰہی کی اس شدت کے زیر اثر خود بھی اللہ کے عاشق ہو گئے تھے۔ یہ عشق ہی تھا کہ حضرت بلالؓ سزا بھگت کر ہوش میں آتے تو پھر زبان پر یہی اقرار ہوتا اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے۔

یہ عشق ہی تھا جس نے اپنی شہ رگ سے ابلتے ہوئے خون کو دیکھ کر حضرت عامر بن فہیرہؓ سے یہ نعرۂ مستانہ لگوایا فُزْتُ بِرَبِّ الْکَعْبَۃِ رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔

یہ عشق ہی تھا کہ حضرت علیؓ کی ایڑی میں پیوست نیزہ نکالنے کے لئے بہترین وقت وہ ٹھہرا جب وہ نماز میں خدا کے حضور سجدہ ریز ہوں اور دنیا کی ہوش نہ رہے۔

یہ اللہ کا عرفان اور اُس کا عشق ہی تھا جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر آپ کے دوست اور ساتھی حضرت ابو بکر صدیقؓ کو صحابہ کی تسلی کے لئے یہ الفاظ سجھائے کہ:

''جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے لیکن جو خدا کی عبادت کرتا تھا وہ یاد رکھے کہ خدا زندہ ہے اور کبھی نہیں مرے گا۔''

محبت کے یہ سب چراغ عشق الٰہی کی اُسی شمع سے روشن ہوئے جسے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام زندگی میں پوری شان سے جلائے رکھا۔

محبت الٰہی کی راہ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس محبت کو اللہ تعالیٰ نے یہ شرف قبولیت بھی بخشا کہ اس کی پیروی آئندہ اللہ کی محبت پانے کا ذریعہ قرار پائی۔ جیسا کہ فرمایا: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آلِ عمران ۳: ۳۲)

ترجمہ: تو کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو (تو) وہ (بھی) تم سے محبت کرے گا۔

اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق پر چلنے والوں کو قرآن کریم میں نبیوں، صدیقوں، شہداء اور صالحین کے ہم رُتبہ ہونے کی بشارت دی گئی اور بعض کو حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں انبیاء بنی اسرائیل جیسا اور مجدد اور مسیح و مہدی کا نام دیا گیا۔ سب نے اس سبق کو دہرایا۔ اور سب سے زیادہ اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق پر چل کر امتی نبی کا نام پانے والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت مسیح موعودؑ نے آج عشقِ الٰہی کی اس شمع کو پھر لَو دی ہے۔ اور خدا سے محبت کے اس چلن کو یوں عام کرنا چاہا ہے کہ فرمایا:

''یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔''

(کشتی نوح روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۲۱)

اسی کی یاد دہانی حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ ہمیں بار بار کراتے ہیں اور اسی لئے ہم سب محبتِ الٰہی کے اس راستے کے مسافر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت، صرف اُس کو اپنا ربّ جاننا، اُس سے ذاتی تعلق پیدا کرنا، اُس سے ڈرنا اور اس سے محبت کرنا ہماری منزلیں ہیں۔ اس راستہ پر حضرت مسیحِ موعودؑ کی بیان فرمودہ یہ خبر ہمارا زادِ راہ ہے کہ:

''تمہیں خوش خبری ہو کہ قرب پانے کا میدان خالی ہے۔ ہر ایک قوم دنیا سے پیار کر رہی ہے ...... جو لوگ پورے زور سے اس دروازے سے داخل ہونا چاہتے ہیں اُن کے لئے موقع ہے کہ وہ اپنے جوہر دکھلائیں اور خُدا سے خاص انعام پاویں۔'' (الوصیت روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۰۸-۳۰۹)

محبت اور عشقِ الٰہی کا یہ خالی میدان ہمارے اَور بھی مضبوط ارادوں اور تیز تر پیش قدمی کا منتظر ہے۔

★★★

نُور لائے آسماں سے

پاکیزہ منظوم کلام سیدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضُعف دینِ مصطفیٰ
مجھ کو کر اے میرے سلطاں کامیاب و کامگار

وہ خدا جس نے نبیؐ کو تھا زرِ خالص دیا
زیورِ دیں کو بناتا ہے وہ اب مثلِ سنار

کہتے ہیں یورپ کے ناداں یہ نبیؐ کامل نہیں
وحشیوں میں دیں کو پھیلانا یہ کیا مشکل تھا کار

پر بنانا آدمی وحشی کو ہے اِک معجزہ
معنیٔ رازِ نبوّت ہے اسی سے آشکار

نُور لائے آسماں سے خود بھی وہ اِک نُور تھے
قومِ وحشی میں اگر پیدا ہوئے کیا جائے عار

روشنی میں مہرِ تاباں کی بھلا کیا فرق ہو
گرچہ نکلے روم کی سرحد سے یا از زنگ بار

محمد ﷺ پر ہماری جاں فدا ہے

کلام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

محمدؐ پر ہماری جاں فدا ہے
کہ وہ کوئے صنم کا رہنُما ہے

مرا دِل اُس نے روشن کردیا ہے
اندھیرے گھر کا میرے وہ دیا ہے

خبر لے اے مسیحاؐ دردِ دل کی
ترے بیمار کا دم گھٹ رہا ہے

مرا ہر ذرّہ ہو قربانِ احمد
مرے دل کا یہی اِک مدّعا ہے

اُسی کے عشق میں نکلے مِری جاں
کہ یادِ یار میں بھی اِک مزا ہے

محمدؐ جو ہمارا پیشوا ہے
محمدؐ جو کہ محبوبِ خدا ہے

ہو اُس کے نام پر قربان سب کچھ
کہ وہ شاہنشہِ ہر دو سرا ہے

اُسی سے میرا دِل پاتا ہے تسکیں
وُہی اِک راہِ دیں کا رہنما ہے

مجھے اِس بات پر ہے فخر محمودؔ
مرا معشوق محبوبِ خدا ہے

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

"اُس پہ لاکھوں درود اُس پہ لاکھوں سلام"

(صاحبزادی امۃ القدوس صاحبہ، ربوہ)

وہ جو احمد بھی ہے اور محمد بھی ہے
وہ مُؤَیَّدْ بھی ہے اور مُؤَیِّدْ بھی ہے
وہ جو واحد نہیں ہے پہ واحد بھی ہے
اک اُسی کو تو حاصل ہوا یہ مقام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

سوچا جب وجہِ تخلیقِ دنیا ہے کیا؟
عرش سے تب ہی آنے لگی یہ ندا
مصطفیٰ، مصطفیٰ، مصطفیٰ، مصطفیٰ
وہ ہے خیر البشر وہ ہے خیر الانام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

قطبِ روحانیت، ذات قبلہ نما
ہادی و پیشوا، رہبر و رہنما
مرشد و مقتدا، مجتبیٰ مصطفیٰ
حق پیارا نبی اور چنیدہ امام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

اس کی سیرت حسیں،اس کی صورت حسیں
کوئی اس سا نہ تھا ، کوئی اس سا نہیں
اس کا ہر قول ہر فعل ہے دلنشیں
خوش وضع ، خوش ادا ، خوش نوا ، خوش کلام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

وہ صدوق و امین و رؤف و رحیم
وہ نذیر و بشیر و رسولِ کریم
ذات اس کی ہے تفسیر خُلقِ عظیم
اس کے اخلاق کامل ہیں خلقت ہے تام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

رحمتِ تام بہرِ صغیر و کبیر
وہ مہِ ضوفشاں اور مہرِ مُنیر
بحرِ ظلمات میں روشنی کا سفیر
اس کے دم سے ہوا روشنی کا قیام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

وہ محبت کا نادی محبت اتم
وہ مروت کا پیکر وہ رحمت اتم
عفو اور درگزر اور اخوت اتم
ہر خوشی کا وہ منبع مسرت تمام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

مرد کے بس میں تھی عورتوں کی حیات
اس نے ہر ظلم سے ان کو دی ہے نجات
اس نے عورت کی تکریم کی کر کے بات
کہہ دیا میں ہوں رحم و کرم کا امام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

زندہ رہنے کا عورت کو حق دے دیا
اس کے اُلجھے مقدر کو سُلجھا دیا
خُلد کو اس کے قدموں تلے کر دیا
اس نے عورت کو بخشا نمایاں مقام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

درس ضبط و تحمل کا یوں بھی دیا
وہ کہ جو آپ کی جان لینے چلا
ایسے دشمن سے بھی درگزر کر دیا
ہاتھ میں گرچہ تلوار تھی بے نیام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

اہل ثروت کو ثروت کا حق دے دیا
عَبد کو بھی قیادت کا حق دے دیا
ہر کسی کو شریعت کا حق دے دیا
وہ سکونِ خواص و قرارِ عوام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

ہے صفات الٰہی کا مظہر وہی
آئندہ سے گزشتہ سے برتر وہی
نوعِ انسان کا ہے مقدّر وہی
ختم اس پر نبوّت شریعت تمام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

وہ محمدؐ ہے احمدؐ ہے محمود ہے
وہ شہادت ہے شاہد ہے مشہود ہے
وہ جو مقصد ہے قاصد ہے مقصود ہے
اس کی خاطر ہوا اس جہاں کا قیام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

ہر حسیں خُلق اس میں ہی موجود ہے
وہ جو روزِ ازل سے ہی موعود ہے
ماسوا اس کے ہر راہ مسدود ہے
میری ہر سانس کا اُس کو پہنچے سلام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

کون کہتا ہے زندہ ہے عیسیٰ نبی
جس کی تعلیم زندہ ہو ، زندہ وہی
جس کا ہر قول تازہ ہے سنّت ہری
اس کو حاصل ہوئی ہے بقائے دوام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

میرے آقا کی زندہ شریعت بھی ہے
اس کا اُسوہ بھی ہے اس کی سیرت بھی ہے
اس کے اقوال بھی اس کی سنّت بھی ہے
اس کے سجدہ و قعدہ ، رکوع و قیام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

اس کی عاشق ہے خود ربِّ اکبر کی ذات
اُس کی زیرِ نگیں ہے یہ کُل کائنات
اُس نے ثابت کیا وصل کی ایک رات
اُس کے پاؤں کی ہے دھول یہ نیلی فام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

تھے کبھی جبرئیلِ امیں رازداں
اور کبھی یونہی آپس میں سرگوشیاں
جلوتیں اس کی ہر طور خلوت نشاں
اس کی صبحیں حسیں اس کی تابندہ شام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

اس کے قدموں تلے یہ خُدائی ہوئی
عرش تک اِک اُسی کی رسائی ہوئی
کُل فضا نور میں تھی نہائی ہوئی
تھے خدا اور حبیبِ خدا ہم کلام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

حشر تک چشمہ جاری ہے فیضان کا
وا ہے در آج بھی جذب و ایقان کا
کیا نبی اور ہے کوئی اس شان کا ؟
ہو مسیحِ زماں جس نبی کا غلام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

وہ معارف کا اِک قلزمِ بیکراں
فخرِ انسانیت رشکِ قدوسیاں
اس کی توصیف ہو کس طرح سے بیاں
ہے زباں شرمسار اور نادم کلام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

بہترین امام

حضرت عوف بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: ’’تمہارے بہترین امام وہ ہیں جن سے تم محبت کرتے ہو اور وہ تم سے محبت کرتے ہیں۔ تم ان کے لئے دعا کرتے ہو اور وہ تمہارے لئے دعا کرتے ہیں‘‘۔

(صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب خیار الائمۃ حدیث نمبر 3447)

طالب دُعا: برہان الدین چراغ ولد مکرم چراغ الدین صاحب مرحوم۔ قادیان

اخبار بدر سے متعلق اپنی آراء

badrqadian@rediffmail.com

پر بھی feedback کر سکتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

احادیث نبوی ﷺ

حضرت ایوب اپنے والد اور پھر اپنے دادا کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھی تربیت سے بڑھ کر کوئی بہترین اعلیٰ تحفہ نہیں جو باپ اپنی اولاد کو دے سکتا ہے (ترمذی ابواب البر والصلۃ باب فی ادب الولد)

طالب دعا: ایڈوکیٹ آفتاب احمد تیاپوری مرحوم مع فیملی، حیدر آباد

احادیث نبوی ﷺ

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جس میں یہ تین باتیں ہوں اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت کا سایہ عطا فرمائے گا اور اسے جنت میں داخل کرے گا۔ وہ کمزوروں پر رحم کرے۔ ماں باپ سے محبت کرے اور خادموں اور نوکروں سے حسن سلوک کرے۔ (جامع ترمذی کتاب صفۃ القیامہ حدیث نمبر 2418)

طالب دعا
ایڈوکیٹ منور احمد خان، صدر جماعت احمدیہ پوری اُڈیشہ مع فیملی و افراد خاندان

ارشاد حضرت امیر المومنین

’’عبادت کا مقصد صرف خدا کو پہچاننا نہیں بلکہ تقویٰ پیدا کر کے اپنی روحانی بلندیوں کو حاصل کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کا ادراک حاصل کرنا ہے‘‘۔

(بیان فرمودہ خطبہ جمعہ حضرت امیر المومنین مورخہ 3 جولائی 2015)

طالب دُعا: سید عبید السلام صاحب مرحوم اینڈ سنز مع فیملی سونگڑہ اُڈیشہ

اخبار بدر اپنی ویب سائٹ www.akhbarbadrqadian.in پر بھی دستیاب ہے۔قارئین استفادہ کر سکتے ہیں۔(ایڈیٹر)

ارشادِ نبوی ﷺ

اَلصَّلوٰۃُ عِمَادُالدِّیْن

(نماز دین کا ستون ہے)

طالب دُعا از: اراکین جماعت احمدیہ ممبئی

کلام الامام

سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام فرماتے ہیں: ''انسان اصل میں اُنسان سے ہے یعنی دو محبتوں کا مجموعہ ہے۔ایک اُنس وہ خدا سے کرتا ہے دوسرا اُنس انسان سے۔'' (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۶)

طالب دُعا: قریشی محمد عبداللہ تیماپوری۔صدر و ضلعی امیر جماعت احمدیہ گلبرگہ، کرناٹک

کلام الامام

سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''اللہ کا لفظ اسی ہستی پر بولا جاتا ہے جس میں کوئی نقص ہو ہی نہیں۔''

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۴۸)

منجانب: امیر جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک

کلام الامام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

''حقیقی تقویٰ اور طہارت کے حاصل کرنے کے واسطے اوّل یہ ضروری شرط ہے کہ جہاں تک بس چلے اور ممکن ہو تدبیر کرو''

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 202)

طالب دُعا: حفیظ احمد الہ دین، مینیجر ہفت روزہ اخبار بدر قادیان مع فیملی و افراد خاندان

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسخہ

سرمہ نور۔کاجل۔حب اٹھرہ (شادی کے بعد اولاد سے محروم کیلئے)

زدجام عشق (اعصابی کمزوری و شوگر کیلئے) رابطہ کریں۔

دُکان چوہدری بدرالدین عامل صاحب درویش مرحوم، احمدیہ چوک قادیان ضلع گورداسپور پنجاب)

رابطہ: عبدالقدوس نیاز **098154-09445**

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

Printed & Published by: Jameel Ahmed Nasir on behalf of Nigran Board of Badr, at Fazle-Umar Printing Press Qadian, Harchowal Road Po. Qadian, Distt. Gurdaspur-143516, Punjab, India. And published at office of the Weekly Badr Moh- Ahmadiyya, Harchowal Road P.o Qadian Distt. Gsp-143516, Punjab. India. Editor: Mansoor Ahmad
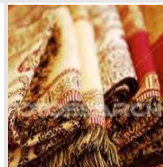
مسجد قبلتین: مدینہ منورہ میں واقع ایک مسجد جہاں 2ھ میں نماز کے دوران تحویل قبلہ کا حکم آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام نے نماز کے دوران اپنا رخ بیت المقدس سے کعبے کی جانب پھیرا۔ کیونکہ ایک نماز دو مختلف قبلوں کی جانب رخ کر کے پڑھی گئی اس لیے اس مسجد کو ''مسجد قبلتین''، یعنی دو قبلوں والی مسجد کہا جاتا ہے۔

مسجد قبا: تاریخ اسلام کی پہلی مسجد جو مدینہ منورہ سے تین کلومیٹر کے فاصلے پر واقع بستی قباء میں واقع ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ 8 ربیع الاول 13 نبوی بروز دوشنبہ بمطابق 23 ستمبر 622ء کو یثرب کی اس بیرونی بستی میں پہنچے اور 14 روز یہاں قیام کیا اور اسی دوران اس مسجد کی بنیاد رکھی۔

EDITOR
MANSOOR AHMAD

Tel : 0091 8283058886
Tel. : (0091) 94640-66686

Website : akhbarbadrqadian.in
: www.alislam.org/badr

Registered with the registrar of the newspapers for India at No. RN 61/57

Weekly **BADR** Qadian
Qadian - 143516 Distt. Gurdaspur (Pb.) INDIA

Vol. 64 Thursday 17 September 2015 Issue No. 38

SUBSCRIPTION
ANNUAL: Rs. 550
By Air : 50 Pounds or 80 U.S $
: 60 Euro or 80 Canadian Dollars

خانہ کعبہ، مسجد الحرام اور مسجد نبویؐ کا خوبصورت منظر

جمیل احمد ناصر پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر:- نگران بدر بورڈ قادیان